جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

# انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہٗ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

دسمبر
سنہ ۱۹۹۷ء

شعبان المعظم
سنہ ۱۴۱۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

# انوارِ مدینہ


جلد: ٦ | شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ ـ دسمبر ۱۹۹۷ء | شمارہ: ۳


مدیر

## سید محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور


**بدلِ اشتراک**

پاکستان فی پرچہ ۱۲ روپے ـ ـ ـ ـ ـ سالانہ ۱۳۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات دبئی 〃 ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش ـ ـ ـ ـ ـ ـ 〃 ۱۰ امریکی ڈالر

امریکہ افریقہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ 〃 ۱٦ ڈالر

برطانیہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ 〃 ۲۰ ڈالر

اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ مارچ ۹۸ سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ۵۰/= ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کیلئے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور

کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸٦-۷۲۷۳-۷۷۲۴۲۷۳

فیکس نمبر ۷۷۲٦۷۰۲ - ۴۲ - ۹۲

سید رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ"، جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

## اِس شمارے میں


حرفِ آغاز ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ ۳

درسِ حدیث ـــــــ حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحؒ ـــــــ ۵

فضائل سورہ اخلاص ـــــــ مولانا عبد الحفیظ صاحب ـــــــ ۱۱

ارشادات ـــــــ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحؒ ـــــــ ۱۹

حضرت مولانا نیاز محمد دوتانی رحؒ ـــــــ محمد نسیم دوتانی صاحب ـــــــ ۲۳

حیلے اور بہانے ـــــــ حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ـــــــ ۳۴

تحریک آزادی ـــــــ حضرت مولانا محمد اجمل خاں ـــــــ ۳۸

دارالافتاء ـــــــ مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب ـــــــ ۴۸

حاصل مطالعہ ـــــــ مولانا نعیم الدّین صاحب ـــــــ ۵۵

تقریظ و تنقید ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ ۶۱



رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد.

گزشتہ چند برسوں سے جاری دہشت گردی کی کالی آندھی ملک کے بعض شہروں کو بطورِ خاص اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ سینکڑوں قیمتی نفوس اب تک اس کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ خاص کر جس بیدردی سے عُلماءِ حق کو اس کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مُسلم لیگ کا دورِ اقتدار ہو یا پیپلز پارٹی کا عُلمائے حق کے خُون کی ہولی کھیلی جاتی رہی ہے اور تا حال مُسلم لیگ کے دوسرے دورِ اقتدار میں بھی خونی کھیل جاری ہے۔ حال ہی میں ۲ نومبر کو کراچی کے جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرۃ مولانا حبیب اللہ مختار صاحب، ناظم مفتی عبد السمیع صاحب اور اُن کے ڈرائیور کو دہشت گردی کی کارروائی میں انتہائی بیدردی سے شہید کردیا گیا، جبکہ جامعہ کے مدرس مولانا عبدالقیوم صاحب چترالی اس حملہ میں بال بال بچ گئے۔ مولانا پاپوش نگر میں جامعہ کی شاخ سے واپس آرہے تھے۔ جب اُن کی وین جامعہ بنوری ٹاؤن کے قریب پہنچی تو اچانک موٹر سائیکل سواروں نے وین پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اس کے فوراً بعد گاڑی میں عقب کی جانب سے آتشگیر بم پھینکا گیا جس سے وین میں آگ بھڑک اُٹھی آگ اتنی شدید تھی کہ ہر دو حضرات کے جسم جل کر بھسم ہوگئے حتّٰی کہ مولانا حبیب اللہ مختار صاحبؒ کو اُن کی گھڑی سے اور مفتی عبد السمیع صاحبؒ کو پاؤں سے شناخت کیا جاسکا۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون ہر دو حضرات کو جس ظالمانہ انداز میں شہید کیا گیا۔ اس سے قاتلوں کی علماءِ حق سے دُشمنی اور نفرت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ سب جانتے

ہیں کہ مولانا ـــــ ایک بے ضرر اور خاموش طبع انسان تھے۔ ان کی تمام تر سرگرمیاں تعلیمی، تالیفی اور انتظامی تھیں کسی سے کوئی عداوت نہ تھی۔ بس مثبت انداز میں دین کی خدمت میں ہمیشہ مصروف رہتے تھے۔ اس مزاج کے علماء کو بھی اس وحشیانہ انداز میں شہید کیا جانا اور قاتلوں کا اب تک گرفتار نہ ہونا اس ملک و قوم کی بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔

اب تک کی ہونے والی تمام تر دہشت گردی کی کارروائیوں کے ذمّہ دار تا حال یا تو گرفتار ہی نہیں ہوئے اور اگر ہوئے بھی ہیں تو اُن کو اب تک قرار واقعی سزا نہیں دی گئی جس کے نتیجہ میں دہشت گردوں کے حوصلے بھی بڑھے اور دہشت گردی بھی۔ لہٰذا بالواسطہ یا بلاواسطہ حکومتیں اور نظام ہی ان بیگناہ ہلاکتوں کے ذمّہ دار ٹھہرتے ہیں تو جب تک حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ نظام کی تبدیلی نہیں ہوتی کسی خیر کی توقع بے معنی بات ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء کرام اور دانشور حضرات عوام کی توجّہ اس نکتہ پر مرکوز کریں کہ انقلاب نظام کی تبدیلی کا نام ہے۔ صرف حکومت یا پارٹی کی تبدیلی سے انقلاب نہیں آجاتا۔ ہمارا پُرزور مطالبہ ہے کہ مولانا حبیب اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کی شہادت کے ذمّہ دار حضرات کو فی الفور گرفتار کر کے عبرت ناک سزا دی جائے۔ ورنہ حکومت یہ بات اچھی طرح جان لے کہ اس خونِ ناحق کا وبال اس کی اپنی گردن پر ہوگا۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا اور اُن کے شہید ہونے والے رفقاء کو آخرت کے بلند درجات نصیب فرمائے، ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل اور جامعہ بنوری ٹاؤن کو مولانا کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (آمین)

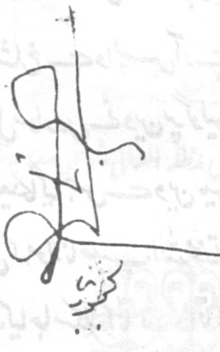

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلهم

# درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالا "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین واحباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

هنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

## کیسٹ نمبر ۲۰ سائیڈ اے ۱۹۸۳-۳-۴

الحمد للہ رب العٰلمین والصّلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمّد وّآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اَمَّا بَعْدُ! عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبَیْعَۃِ الرِّضْوَانِ کَانَ عُثْمَانُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَکَّۃَ فَبَایَعَ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُثْمَانَ فِیْ حَاجَۃِ اللّٰہِ وَحَاجَۃِ رَسُوْلِہٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی فَکَانَتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَیْرًا مِّنْ اَیْدِیْھِمْ لِاَنْفُسِھِمْ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام رض کو بیعتِ رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان رض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نمائندہ

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص۵۶۱

خصوصی کی حیثیت سے مکہ مکرمہ گئے ہوئے تھے، چنانچہ آپ نے لوگوں سے (جاں نثاری کی) بیعت لی اور (جب تمام مسلمان بیعت کر چکے اور حضرت عثمان وہاں موجود نہیں تھے تو) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمانؓ اللہ (کے دین) اور اللہ کے رسول کے کام پر گئے ہوئے ہیں اور (یہ کہہ کر) آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ہاتھ جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے تھا باقی تمام صحابہؓ کے اُن ہاتھوں سے کہیں افضل و بہتر تھا جو اُن کے اپنے تھے"

ایک واقعہ حدیث شریف میں آیا ہے جس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے (تاریخ میں تحریف اور تبدیلی بھی ہوتی آئی ہے اور اس کی کوشش بھی کی جاتی رہی ہے، لیکن جو بھی تبدیلی کی کوشش کی گئی اُس میں ناکامی ہوئی اسلام میں تو اللہ تعالیٰ نے جو صحیح تاریخ ہے وہی قائم رکھی ہے دوسری نہیں) واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر بیعت کا حکم فرمایا کہ مجھ سے آکر بیعت کرو کہ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو جمے رہیں گے بھاگیں گے نہیں پیچھے نہیں ہٹیں گے چاہے مر جائیں۔

واقعہ اس طرح سے ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارادہ فرمایا کہ عمرہ کریں گے۔ بیت اللہ پر یہ تو ہوا ہے کہ انتظامات کی ذمہ داری کسی پر رہے کسی قبیلے پر رہے، لیکن بیت اللہ تک پہنچنے سے کوئی روک دے کسی کو یہ کبھی نہیں ہوا، تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارادہ فرمایا کہ اب ہم ایسی حالت میں ہیں کہ اگر ہم مکہ مکرمہ جائیں گے تو ہمیں یہ خطرہ نہیں ہے کہ وہ دشمنی میں ہمیں نقصان پہنچا سکیں یا وہ ہم پر حملہ آور ہوں۔ اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عُمرہ کا ارادہ فرمایا، ہتھیار کوئی چیز ایسی تھی نہیں کہ جو بہت ہی زیادہ خاص ہوتی ہو، ہتھیار اُس زمانے کے یہی تھے نیزہ ہے، تلوار ہے، ڈھال ہے، زرہ ہے، تیر کمان ہے، گھوڑا ہے یا اونٹ ہے سواری کے لیے جو بھی چیز ہو، خچر بھی ہو کُل سامان یہ تھا یہی فوج کے پاس بھی یہی عوام کے پاس بھی، یہی قبائل کے پاس بھی، اگر قبائل میں لڑائی چھڑ جائے تو وہ بھی اسی سے کرتے تھے لڑائی تو یہ سامان کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ ہمیں مشکل ہو اُس وقت تک مسلمانوں کی قوّت بھی بہت اچھی ہو گئی تھی۔

غزوۂ احزاب یعنی خندق کا غزوہ یہ گزر گیا تھا۔ اس میں کُفّار نے اپنی پوری کوشش کی تھی اور

پُورا زور صرف کیا تھا کہ مُسلمانوں کو نیست و نابود کر دیں ۵ھ میں کیونکہ وہ جتنے عرصہ وہاں رہے خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہونے پائی تھی۔ مُڈبھیڑ نہیں ہُوئی۔ فاصلہ رہا درمیان میں، پھر گھر یاد آنا شروع ہوگیا اُن کو (یعنی کفّار کو) اور ہَوا چلادی اللہ نے جس میں اُن کے خیمے اُکھڑ گئے، دیگیں اُلٹ گئیں، جانور بھاگ گئے، ایک تو پہلے ہی سے اُنھیں گھر یاد آنا شروع ہوگیا، اُوپر سے یہ ہُوا کام تو پھر وہ وہاں سے واپس چلے آئے، اُس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا اب ایسے ہوا کرے گا کہ ہم اُن سے لڑنے جائیں گے یہ ہم پر حملہ آور نہیں ہو سکتے، کیونکہ جو کچھ وہ کر سکتے تھے وہ کر لیا تھا، اور ہر دفعہ اُتنا انتظام کرنا یہ ناممکن تھا۔ ابوسفیان نے (غزوہ خندق کے وقت) تدبیر کی تھی۔ بہت عُمدہ کہ ہر قبیلے سے لشکر لے لیے جائیں دستہ لے لیا جائے۔ لڑنے کے لیے دس بیس سو دو سو جتنی اُس قبیلے میں جان ہو اتنے آدمیوں کی وہ ذمّہ داری لے وہ کام کریں لڑیں، اب سب قبیلوں کی لڑائی چل پڑتی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ اگر براہِ راست مقابلہ ہوگیا ہوتا مگر براہِ راست نہیں ہُوا، اللہ تعالیٰ نے بچا لیا اور وہ بھاگ گئے۔

تو ۶ھ میں آپ نے ارادہ فرمایا کہ ہم جائیں بیت اللہ کا طواف کریں، عُمرہ کریں عُمرہ کے لیے جانور ساتھ لے لیے تھے۔ کیونکہ عمرہ کے بعد وہ ذبح کرنے ہوتے ہیں وہ ساتھ لے لیے اور تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے حُدیبیہ اور حُدیبیہ ایک بستی ہے۔ وہاں ایک کنواں ہے۔ کنویں کے نام پر یہ بستی ہے یا بستی کے نام پر کنواں ہے، پانی کی وہاں ہمیشہ ہی سے کمی رہی ہے۔ تو پانی چونکہ وہاں تھا کنواں تھا۔ وہاں آبادی ہوگئی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ اندر ایک دم نہیں داخل ہُوئے پہلے سے اطلاعات مل گئی تھیں کہ قریش مکّہ مقابلہ کی تیّاری کر رہے ہیں۔ تو آپ نے مناسب نہیں سمجھا کہ ایک دم داخل ہوں، مشورے طرح طرح کے ہُوئے آپ کا وہاں قیام تھا تو اتنے میں یہ خیال پیدا ہُوا کہ کُفّارِ مکّہ سے کچھ بات چیت تو کی جائے جو وہ روک رہے ہیں اندر آنے نہیں دیتے تو اُن سے بات چیت تو کی جائے، بات چیت کے لیے کوئی آدمی ایسا موزوں تلاش کرنا ضروری تھا کہ جس کے بھائی بند کُنبہ وغیرہ وہاں ہو اندر موجود، کیونکہ اُسے وہ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ کیوں کہ رشتہ داری بھی ایک چیز ایسی ہوتی ہے کہ جس کے رشتہ دار موجود ہوں اور وہ بُرائی کا ارادہ کرے

تو رشتہ داروں کے لحاظ میں رُک جاتا ہے۔ تلاش کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ موزوں آدمی کوئی نہ ملا۔ کوئی تھا نہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ جاتے تو ان کا خاندان چھوٹا تھا۔ حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ جاتے تو ان کا خاندان چھوٹا نہ تھا۔ حضرۃ عثمانِ غنیؓ کا خاندان بڑا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ چلے جائیں وہاں جاکر ملیں جُلیں۔ فضا دیکھیں کہ کیا حال ہے حضرت عثمانؓ جب اندر گئے۔ اس طرف گئے تو وہاں جو لوگ تھے وہ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ مسلمانوں کو یہ شُبہ ہُوا کہ شاید اُن کو گھیرے میں لے لیا ہے اُنھوں نے اور ممکن ہے کہ وہ اُن کو نقصان پہنچائیں تکلیف پہنچائیں گرفتار کرکر یا شہید کر دیں، لیکن اس طرح اُن کے گھیرے میں لینے سے کوئی حتمی فیصلہ کہ واقعی ایسے ہُوا ہے۔ بُرے ارادہ سے اُنھوں نے گھیرے میں لیا ہے۔ حتمی فیصلہ کرکر حملہ کر دیں ایسا نہیں کیا، توقف کیا، ہُوا یہ تھا کہ اُن کے خاندان کے لوگ جو مل گئے ان لوگوں میں سے اُنھوں نے تکلیف نہیں پہنچائی لیکن ہو گئے وہ غائب اور یہ واپس نہ آتے جب واپس نہ آئے اور اُدھر رُکے وہ کام سے رُکے یا اُن لوگوں نے روکے رکھا جو صُورت بھی ہوئی رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا کہ اگر عثمان کو تکلیف پہنچی تو ہم مقابلہ کریں گے بدلہ لیں گے۔ لہٰذا تم لوگ بیعت کرو میرے ہاتھ پر آکر کہ جمے رہوگے پیچھے نہیں ہٹوگے، چاہے مارے جاؤ بھاگوگے نہیں تو صحابۂ کرام نے بیعت کی، یہ بیعت ایک درخت کے نیچے ہُوئی اس کا قرآنِ پاک میں ذکر ہے اور ان لوگوں کے جو جذبات تھے خُدا کے لیے اور جہاد کے لیے اپنی جان کی پروا نہیں تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ جو اُن کی دلی کیفیّت تھی حق تعالیٰ وہ جانتے تھے۔ اللہ نے پھر سکینہ نازل فرما دیا جس سے یہ بالکل آرام سے ہو گئے گھبراہٹ نہیں رہی۔

آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اور لوگ جو بیعت ہو رہے تھے حضرت عثمان تو تھے ہی نہیں وہ کہاں سے بیعت ہوتے تو اس کو میں عرض کر رہا تھا کہ تاریخ میں غلط طرح خوارج نے پیش کیا ہے خوارج وہ فرقہ ہے جو حضرت علی اور حضرت عُثمانِ غنی رضی اللہ عنہما کو بُرا کہتا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پُوچھا گیا اہلِ سُنّت کی علامتیں کیا ہیں تو اُنھوں نے اس میں یہ بتایا کہ یُفَضِّلُ الشَّیْخَیْنِ کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو افضل مانے اور وَیُحِبُّ الْخَتَنَیْنِ دونوں دامادوں سے محبّت رکھے، دونوں داماد ہُوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، وَیَرَی الْمَسْحَ

عَلَی الْخُفَّیْنِ اور موزوں پر مسح جائز سمجھتا ہو اتّفاق سے دونوں ہی طبقے ایسے ہیں۔ یعنی شیعہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو بُرا کہتے ہیں یہ موزوں پر مسح کے قائل نہیں ہیں اور دوسرا طبقہ اِن کے بالمقابل خوارج کا طبقہ ہے۔ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو مانتے ہیں اور حضرت عُثمان کے آخری چھ سال کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسلام سے نکل گئے تھے اور حضرت علی بھی، ان دونوں حضرات کی وہ تکفیر کرتے ہیں ۔ یہ ہُوئے خوارج اسی طرح حضرت معاویہ رضؓ کی اور حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی بھی تکفیر کرتے ہیں۔ شیعہ بھی اور خوارج بھی، یہ بھی اتّفاق سے موزوں پر مسح کے قائل نہیں ہیں تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ علامت بتائی کہ وَیَرَی الْمَسْحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ موزوں پر مسح کا قائل ہو وہ آدمی اہلِ سُنّت میں داخل ہے ورنہ نہیں یہ گویا اُس دَور میں (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں) ایک کسوٹی ہوگئی کہ جس کے یہ خیالات ہوں وہ صحیح ہے ورنہ نہیں، تو ان خُدا کے بندوں نے پروپیگنڈا یہ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری دَور میں کہ دیکھو بیعتِ رضوان جس وقت ہُوئی تو حضرت عثمان بیعت میں شامل ہی نہیں تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیعت ہی نہیں کی گویا اُنھوں نے اس بات کو یہ رنگ دیا، حقیقت کو مسخ کیا حقیقت تو یہ تھی جو حضرت اَنَس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اُن کو بھیجا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اِلٰی مَکَّۃَ فَبَایَعَ النَّاسُ اس کے بعد بیعت کی لوگوں نے فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عُثْمَانَ فِیْ حَاجَۃِ اللّٰہِ وَحَاجَۃِ رَسُوْلِہٖ کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہُوئے ہیں فَضَرَبَ بِاِحْدٰی یَدَیْہِ عَلَی الْاُخْرٰی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مَیں اُن کی طرف سے غائبانہ بیعت لیے لیتا ہُوں اس طرح کہ اپنے ایک دستِ مُبارک کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور دوسرے کو فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوسرے صحابہ کرام نے جو بیعت کی تو ہر ایک نے اپنے اپنے ہاتھ سے کی اور حضرت عثمان رضؓ کی بیعت اس طرح ہُوئی کہ رسولِ کریم علیہ الصّلوۃ والتسلیم نے اپنے دستِ مُبارک کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے یہ تھوڑی بات نہیں ہے یہ زیادہ فضیلت کی چیز ہُوئی کہ اپنے دستِ مُبارک کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے فَکَانَتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَیْرًا مِّنْ اَیْدِیْھِمْ لِاَنْفُسِھِمْ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دستِ مُبارک حضرت عثمان کے لیے یہ بہت بہتر تھا بہ نسبت اور لوگوں کے ہاتھوں کے کہ اُن کے ہاتھ اپنے اپنے تھے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

نے فرمایا کہ یہ میرا ہاتھ اُس کا ہاتھ ہے۔ یہ فضیلت کی چیز ہے اُن کے فضائل اور مناقب میں ذکر کی جاتی ہے، لیکن خوارج اُن کے مناقص (ان کے نقص) میں بیان کرتے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج وہ لوگ کم ہو گئے بلکہ معدوم جیسے ہوگئے اب کچھ رونما کہیں کہیں ہوتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ سے دشمنی نہیں بلکہ حضرت علیؓ سے دُشمنی رکھتے ہیں اور حضرت علیؓ سے دُشمنی ہی اصل چیز تھی کیونکہ تلوار سے مقابلہ جو کیا ہے، اُن سے وہ حضرت علیؓ نے کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تلوار اُٹھانے سے منع ہی کر دیا تھا۔ اُن کی جان ہی چلی گئی شہید ہوگئے، لیکن تلوار اُٹھا کر جو مقابلہ کیا ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اُن کے بارے میں احادیث ہیں وہ انشاء اللہ آگے چل کر آجائیں گی۔ جن کی وجہ سے اُنھوں نے تلوار اُٹھائی جواباً، پہل نہیں کی، پہل کو منع فرما دیا تھا۔ جواباً تلوار اُٹھاتی ہے اور پھر ان لوگوں کی قوّت ـــــــ تقریباً ختم ہوگئی دُنیا سے، کہیں کہیں اُبھرتے ضرور ہیں۔

بعد کے حضرات یعنی بنواُمیّہ جب آگئے وہ اُن کی سرکوبی کرتے رہے۔ پھر عبّاسی آئے عبّاسیوں نے بھی ختم کر دیا یہ دُنیا ہی سے ختم ہوگئے اَب ہیں کہیں کہیں ریاستوں میں یہ جو چھوٹی ریاستیں ہیں مسقط اور عُمان ہے ان میں کہیں کہیں تھوڑی تھوڑی تعداد میں یہ لوگ موجود ہیں یہ جیسے شیعہ کہتے ہیں کہ صحابی فلاں مُسلماں ہی نہیں ہوئے تھے ایسے ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ مُسلمان ہی نہیں ہوتے تھے۔ تو اس طرح کے خبیث ترین خیالات ان لوگوں کے چلے آرہے ہیں اللہ تعالےٰ پناہ میں رکھے، جو صحیح عقائد ہیں وہ عطا فرمائے صحابہ کرام کی محبّت عطا فرمائے ان کے ساتھ محشور فرمائے۔ (آمین)

## ضروری اطلاع

قارئینِ کرام: آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہر چیز گرانی اور مہنگائی کا شکار ہے، لیکن اس کے باوجود ادارہ "انوارِ مدینہ" اس کوشش میں ہے کہ رسالہ اپنی سابقہ روایات کے مطابق اعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر طبع ہو اس بناء پر رسالہ کا سالانہ چندہ ایک سو دس ۱۱۰ سے بڑھا کر ایک سو تیس ۱۳۰ روپے کر دیا گیا ہے۔ اس ناگزیر اضافہ پر ہم قارئین سے تعاون کی پوری پوری اُمید رکھتے ہیں۔ (ادارہ)

مولانا عبدالحفیظ صاحب
فاضل جامعہ مدنیہ لاہور

(قسط:۳)

# فضائلِ سورۂ اخلاص

## رات کو سوتے وقت پڑھنے کی فضیلت

### حدیث نمبر ۱۴

عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "مَنْ قَرَأَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد عِنْدَ نَوْمِہٖ ثَلَاثِیْنَ مَرَّۃً بَنَی اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ قَصْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَمَنْ قَرَأَھَا مِأَتَیْ مَرَّۃٍ اَنْزَلَہُ اللّٰہُ مَنْزِلاً یَرْضَاہُ وَ اَیُّمَا بَیْتٍ قُرِئَ فِیْہِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ نَفَعَ اللّٰہُ بِہٖ صَاحِبَہٗ وَ نَفَعَ جِیْرَانَہٗ [1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے سوتے وقت ۳۰ مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ احد (پوری سورت) پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک ہزار محل جنّت میں بنائیں گے۔ اور جس کسی نے دو سو مرتبہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسا درجہ عطا فرمائیں گے جس پر وہ راضی و خوش ہوجائے گا اور جس گھر میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پڑھی جائے تو اُن گھر والوں کے ساتھ ساتھ پڑوسیوں کو بھی نفع ہوگا۔

### حدیث نمبر ۱۵

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ

حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

---

[1] رواہ عبدالمجید فی امالیہ

وسلّم "مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْعِشَاءِ رَکْعَتَیْنِ یَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً بَنَی اللّٰهُ لَهٗ قَصْرَیْنِ فِی الْجَنَّةِ" لہ

نے ارشاد فرمایا جو شخص عشاء کی نماز کے بعد دو رکعات پڑھے اور ہر رکعت میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پندرہ بار پڑھے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنّت میں دو محل بنائیں گے۔

## حدیث نمبر ۱۶

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ صَلّٰی بَعْدَ الْمَغْرِبِ اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ رَکْعَةً یَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَةٍ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اَرْبَعِیْنَ مَرَّةً صَافَحَتْهُ الْمَلَائِکَةُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" ٢ہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے مغرب کے بعد بارہ رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں چالیس مرتبہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی تو قیامت کے دن ملائکہ اس سے مصافحہ کریں گے۔

## حدیث نمبر ۱۷

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ علیه وَسَلَّمَ "مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ خَمْسِیْنَ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوْبَهٗ" ٣ہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحد (پوری سورت) پچاس بار پڑھی تو اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔

## حدیث نمبر ۱۸

عن جابر رضی اللہ عنہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت

---

لہ تفسیر درمنثور ۶/۴۱۵ ٢ہ جمع الجوامع ۱/۷۹۶ ٣ہ سنن دارمی ۲/۳۶۱

قَالَ قَالَ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "مَنْ قَرَأ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسِیْنَ مَرَّۃً نُوْدِیَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ قَبْرِہٖ قُمْ یَا مَادِحَ اللّٰہِ فَادْخُلِ الْجَنَّۃَ" [1]

ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو شخص روزانہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پچاس مرتبہ پڑھے گا تو قیامت کے روز اسے آواز دی جائے گی، اے اللہ کی مدح کرنے والے کھڑا ہو اور جنّت میں داخل ہوجا۔

**حدیث نمبر ۱۹**

عن انس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وَسلّم "مَنْ قَرَأَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ مِائَۃَ مَرَّۃٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ خَطِیْئَتَہٗ خَمْسِیْنَ عَامًا مَا اجْتَنَبَ خِصَالًا اَرْبَعًا الدِّمَاءَ وَالْاَمْوَال، وَالْفُرُوج وَالْاَشْرِبَۃَ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کو سو مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔ بشرطیکہ وہ چار گناہوں سے بچتا رہے یعنی۔ (۱) قتل سے (۲) چوری سے (۳) زنا سے (۴) شراب نوشی سے۔

**حدیث نمبر ۲۰**

عن فیروز۔ رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وَسلّم مَنْ قَرَأَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ مِأَۃَ مَرَّۃٍ فِی الصَّلٰوۃِ اَوْ غَیْرِھَا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بَرَاءَۃً

فیروز۔ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے نماز میں یا نماز کے علاوہ سو مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنّم سے بری ہونے

---

[1] معجم طبرانی صغیر ۲/۱۳۰ - مجمع الزوائد ۷/۱۴۶

[2] شعب الایمان للبیہقی حدیث ۲۳۱۸

مِنَ النَّارِ [1] | کا پروانہ لکھ دیں گے

## شب جمعہ میں پڑھنے کی فضیلت

### حدیث نمبر ۲۱

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ مِائَةَ مَرَّةٍ فَقَدْ اَدّٰى مِنْ حَقِّ الْجُمُعَةِ اَدَّتْ حَمَلَةُ الْعَرْشِ مِنْ حَقِّ الْعَرْشِ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے شب جمعہ قُلْ هُوَ اللهُ احد کو سو مرتبہ پڑھا تو اس جمعہ کا ایسا حق ادا کر دیا جیسا کہ حاملینِ عرش نے عرشِ الٰہی کے اُٹھانے کا حق ادا کیا۔

### حدیث نمبر ۲۲

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ عَلٰى طَهَارَةٍ ۔ کطھرہٖ للصَّلٰوةِ مِائَةَ مَرَّةٍ يَبْدَأُ بِالْفَاتِحَةِ اَیْ بفاتحۃ الْكِتَابِ كَتَبَ اللهُ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَرَفَعَ لَهٗ عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَبَنٰى لَهٗ مِائَةَ قَصْرٍ فِي الْجَنَّةِ" [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے باوضو سو مرتبہ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ کو پڑھا اس طرح سے کہ ابتدا سورۃ فاتحہ سے کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھیں گے، اور دس درجات بلند کریں گے اور جنّت میں سو محل اس کے لیے تعمیر کریں گے۔

### حدیث نمبر ۲۳

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "مَنْ اَرَادَ اَنْ يَنَامَ عَلٰى فِرَاشِهٖ فَنَامَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بستر پر سونے کے لیے

---

[1] طبرانی کبیر ۱۸/۳۳۱ - مجمع الزوائد ۷/۱۴۵ [2] ابو نعیم فی فضائلہا [3] شعب الایمان للبیہقی حدیث نمبر ۲۳۱۸

عَلٰی یَمِیْنِہٖ ثُمَّ قَرَأَ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ مِائَۃَ مَرَّۃٍ فَاِنَّہٗ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ یَقُوْلُ الرَّبُّ یَا عَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلٰی یَمِیْنِکَ الْجَنَّۃَ [1]

دائیں کروٹ پر لیٹا پھر سو مرتبہ (سورۃ) قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے کہیں گے اے میرے بندے اپنے دائیں طرف والی جنّت میں داخل ہوجا

## یوم عرفہ میں پڑھنے کی فضیلت

### حدیث نمبر ۲۴

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "ما مِنْ مُسْلِمٍ یَقِفُ عَشِیَّۃَ عَرَفَۃَ فَیَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃَ بِوَجْھِہٖ ثُمَّ یَقُوْلُ لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ مِائَۃَ مَرَّۃٍ۔ ثُمَّ یَقْرَأُ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ مِائَۃَ مَرَّۃٍ ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اِلَّا قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ یَا مَلَائِکَتِیْ مَاجَزَاءُ عَبْدِیْ ھٰذَا؟ سَبَّحَنِیْ وَھَلَّلَنِیْ وَکَبَّرَنِیْ وَعَظَّمَنِیْ وَعَرَفَنِیْ وَ اَثْنٰی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو مُسلمان میدانِ عرفات میں زوال کے بعد وقوف کرے اور پھر قبلہ رُو ہوکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سو مرتبہ پڑھے پھر سو مرتبہ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے پھر سو مرتبہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کا کیا بدلہ ہے جس نے میری پاکی بیان کی اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اور میری بڑائی بیان کی

---

[1] سنن الترمذی حدیث ۲۸۹۸ - بیہقی فی الشعب حدیث نمبر ۲۳۱۷

عَلَیَّ وَ صَلّٰی عَلٰی نَبِیِّیْ اِشْهَدُوْا یَا مَلاَئِکَتِیْ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ وَ شَفَّعْتُهٗ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَوْ سَاَلَنِیْ عَبْدِیْ هٰذَا لَشَفَّعْتُهٗ فِیْ اَهْلِ الْمَوْقِفِ کُلِّهِمْ" [1]

اور میری عظمت بیان کی اور مجھے پہچانا اور میری ثناء کی اور میرے نبی پر درود پڑھا۔ اے میرے فرشتو تم گواہ رہو کہ مَیں نے اسے بخش دیا اور اُس کی اپنی ذات کے بارے میں سفارش قبول کی، اور اگر میرا یہ بندہ تمام اہلِ عرفات کے لیے دُعا کرتا سفارش کرتا تو یہ بھی میں قبول کر لیتا۔

## حدیث نمبر ۲۵

عن انسٍ رضی اللہ عَنْهُ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وَسَلَّمَ مَنْ قرأ قُلْ هُوَ اللہ اَحَدٌ مائَةَ مرّةٍ بَعْدَ صلاةِ الغداۃ قبل ان یتکلم احداً رُفِعَ له ذلك الیوم عمل خمسِیْنَ صِدیقًا [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے فجر کی نماز کے بعد کسی سے گفتگو کیے بغیر سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی تو اس دن اس کے لیے پچاس صدیقین کے عمل کے برابر ثواب لکھا جائے گا

## حدیث نمبر ۲۶

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من قرأ قل ھو اللہ احد مائتی مرة غفرت له ذنوب مأتیی سنة [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا "جس کسی نے قل ھو اللہ احد دوسو مرتبہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے دو سال کے گناہ معاف فرما دیں گے۔

عن ابن عمر مرفوعًا من

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعًا روایت

---

[1] شعب الایمان للبیہقی ۳۰۸۰ [2] فردوس دیلمی، درمنثور ۶/۴۰۴ [3] شعب الایمان للبیہقی ۲۳۱۱ و ۲۳۱۵

دخل یوم الجمعة المسجد فصلی اربع رکعات یقرأ فی کل رکعة بفاتحة الکتاب وخمسین مرة قل ھو اللہ احد فذلک مائتی مرة لم یمت حتی یری منزلہ فی الجنة او یُری لہ [1]

ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے روز مسجد میں آکر چار رکعات نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو یہ کل دو سو مرتبہ ہوگئی تو اسے اس وقت تک موت نہیں آئے گی۔ جب تک جنّت میں اپنی منزل نہیں دیکھ لے گا یا اسے جب تک منزل دکھا نہ دی جائے گی۔

## حدیث نمبر ۲۷

عن انسٍ رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "مَنْ قَرَأَ قل ھُوَ اللہُ اَحَدٌ مِأتَیْ مَرَّةٍ محی عَنْہُ ذُنُوْبُ خَمْسِیْنَ سَنَةً اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ عَلَیْہِ دَیْنٌ" [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ کو دو سو مرتبہ پڑھا تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ مقروض نہ ہو۔

## حدیث نمبر ۲۸

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم "مَنْ قَرَأَ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ کُلَّ یَوْمٍ مِأتَیْ مَرَّةٍ کَتَبَ اللہُ لہ اَلْفًا وَخَمْسَمِائَةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جو شخص روزانہ دو سو مرتبہ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ

---

[1] تفسیر قرطبی ۸/۸۳۳۹ [2] اخرجہ الترمذی فی فضائل القرآن حدیث نمبر ۲۸۹۳ ۔ شعب الایمان للبیہقی ۲۳۱۶

حَسَنَةٍ اِلَّا اَن یَکُوْنَ عَلَیْهِ دَیْنٌ"۔ [1]

مقروض نہ ہو۔

## حدیث نمبر ۲۹

عن حذیفة ابن الیمان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَلْفَ مَرَّةٍ فَقَدِ اشْتَرٰی نَفْسَهٗ مِنَ اللّٰهِ [2]

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو ایک ہزار بار پڑھا تو گویا اُس نے اپنے نفس کو اللہ سے خرید لیا۔

# وَفَیَات

گزشتہ ماہ جناب مسعود احمد صاحب (سودی میاں) کے ماموں جو ان کے خسر بھی تھے بسبب کینسر شدید علیل رہ کر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نیز حضرت اقدس بانیٔ جامعہ کے خلیفہ اجل جناب حاجی محمود صاحب عارف رحمۃ اللہ علیہ (بانس بازار لاہور) کی اہلیہ محترمہ ۲۲ نومبر کی شب وفات پا گئیں۔ اِنّا للہ واِنّا الیہ راجعون۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان بالخصوص حاجی صاحبؒ کے صاحبزادگان ابوبکر، عمر، عثمان صاحبان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

پنڈی والے جناب حاجی محمود صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ بھی گزشتہ ماہ وفات پا گئیں۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعونؔ۔

جامعہ کے استاذ الحدیث مولانا محمد قاسم صاحب کی خوشدامن صاحبہ بھی گزشتہ ماہ وفات پا گئیں، اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرما کر اپنے ہاں بلند درجات نصیب فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَھُمْ

ادارہ سب ہی پسماندگان کے دُکھ میں برابر کا شریک ہے۔ جملہ مرحومین کے لیے جامعہ میں ایصالِ ثواب کرایا گیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

---

[1] مسند ابی یعلی ۳۳۶۵ [2] جمع الجوامع ۱/۸۲۱

ادارہ انوارِ مدینہ کی جانب سے رسالہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے متوسلین و خدام سے اپیل ہے کہ اگر ان کے پاس حضرت کی تقاریر ہوں تو ادارہ کو ارسال فرماکر عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ (ادارہ)

مرسلہ: نذر حیات خان خوشاب

# اِرشادات

حصّہ

## شیخ الاسلام حضرة مولانا سیّد حُسین احمد مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ

مرتبہ: جناب غلام محمدّ صاحب چک نمبر ۱۰ نوشہرہ ضلع شیخوپورہ

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت عالی نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی ابتدائی حالت اور پھر عروج و ترقی کا نقشہ اس آیت کریمہ میں کھینچا ہے۔ وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (سورۃ الانفال)

اور یاد کرو جس وقت تم قلیل تھے۔ مغلوب بڑے بڑے ملک میں ڈرتے تھے کہ اچک لیں تم کو لوگ پھر اُس نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوّت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو۔

یعنی ابتداء میں حالت یہ تھی کہ گنتی میں چند، دولت یا اقتدار سے تہی دست۔ حد درجہ کمزور یہ کمزوری یہاں تک تھی کہ خوف رہتا کہ دشمن تم کو اس طرح اچک لے جائے گا جیسا باز چڑیا کو اچک لیتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان دیکھو۔ سب سے پہلے یہ کہ تم کو ایک ٹھکانا اور پاؤں ٹیکنے کی جگہ دے دی، یعنی مدینہ طیّبہ میں قیام کی سہولتیں عطا فرمائیں، اس کو پناہ گاہ بنایا۔ پھر بدر وغیرہ کے موقع پر تمہاری امداد فرمائی اپنی نصرت اور غیبی کمک کے ذریعہ یہ دوسرا انعام ہوا۔ تیسرا احسان یہ کہ عمدہ عمدہ چیزوں کا رزق عطا فرمایا زرخیز علاقے تم کو عطا کیے جس سے غذائی مشکلات حل ہوگئیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے تین احسانات

ہیں جن سے اس مٹھی بھر جماعت کو استقلال نصیب ہوا۔ اس کے بعد دوسری آیت میں مزید احسانات کا وعدہ ہے۔ یعنی یہ وعدہ ہے کہ ایسا اقتدار ہوگا جس سے پوری دُنیا میں تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور دُنیا عزّت و احترام کرتے ہوئے پیغام حق کے سُننے پر مجبور ہو۔ ارشاد ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس سے جو ایمان لائے تم میں سے اور عمل صالح کیے کہ ان کو دنیا میں اس طرح خلافت عطا کروں گا جیسے ان کو خلافت عطا فرمائی تھی جو پہلے گزر چکے ہیں اور اُن کو اس دین کی اقتدار بخشے گا جس کو اس نے تمہارے لیے پسند کیا ہے اور خوف و ہراس کے بعد امن و اطمینان عطا فرمائے گا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے تین باتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔

(۱) جس طرح پہلوں کو دُنیا میں خلافت (اقتدار اعلیٰ یا بادشاہت) عطا ہوئی تھی تم کو بھی اقتدار اعلیٰ حاصل ہوگا۔

(۲) جو دین تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے یعنی دینِ اسلام اس کو اقتدار حاصل ہوگا۔ اس کا حکم بلند ہوگا۔ اور سارے عالم میں اس کا ڈنکا بجے گا۔

(۳) خوف و ہراس کے بدلہ میں تمہارا رعب و داب قائم ہوگا۔ تمہاری دھاک دُنیا میں بیٹھے گی، تم کسی سے نہ ڈرو گے، دُنیا تم سے خوف کھاتی رہے گی۔

محترم بزرگو!

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کی بُنیاد دو چیزوں پر رکھی ہے۔ ایمان اور عمل صالح، عمل صالح وہی ہے جس کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ۲۳ سالہ دَورِ حیات میں پیش فرمایا اور دُنیا کو دکھایا کہ وحشت و بربریت کی پس ماندگیوں میں پڑی ہوئی قوم اس طرح تہذیب و تمدّن بلند کردار

اور اقتدار اعلیٰ کی سب سے اُونچی اُونچی چوٹی پر پہنچا کرتی ہے۔

محترم بزرگو! عمل صالح کے لیے ہمیں کسی تفتیش و تحقیق کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کردار اور آپؐ کی سُنّت مُبارکہ عمل صالح ہے اور دنیا شاہد ہے کہ جب تک مُسلمان اس صالح عمل پر قائم رہے، حق تعالیٰ اپنا وعدہ پُورا فرماتا رہا۔ اسی ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ تھا کہ مُسلمانوں کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہُوا۔ بحر ملاٹک سے بحر پاسفک تک سائبیریا سے ریگستان افریقہ تک اقتدارِ مسلم کے جھنڈے لہراتے رہے۔ خود اس ہندوستان میں جو مرکز اسلام سے ڈھائی ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ آٹھ سو برس تک اقتدار کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں رہی۔ یہ نتیجہ تھا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات پر عمل کرنے کا یہی وہ عمل صالح تھا جس کی بدولت یہ عزّت حاصل ہوئی تھی۔

محترم بزرگو! اللہ تعالیٰ نے جس طرح عروج و ترقّی کے اُصول بناتے تھے۔ یہ ضمانت بھی دے دی تھی کہ جب تک یہ اعمال صالح باقی رہیں گے۔ عروج میں زوال نہیں آسکتا اور اگر تمہارے اعمال بدل جاتے ہیں تو زوال یقینی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۔ (سورۃ انفال)

کوئی نعمت جو اللہ تعالےٰ کسی کو عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بدلتا۔ جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کرلیں۔

محترم بزرگو!

ہم نے آہستہ آہستہ عمل صالح کو چھوڑا، غیروں کی راہ اختیار کی۔ جب ہم نے بدقسمتی سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی راہ کو آپ کی سُنتوں اور آپ کے طریقوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے فضل و انعام کے اُس سایہ کو اُٹھا لیا جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل میں عطا فرمایا تھا۔ محترم بزرگو! ہمارا اقتدار طفیل تھا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جوتیوں کا ہم نے یہ مقدس دامن چھوڑا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ہم دُنیا میں ذلیل و خوار ہوئے۔ آزادی کی بجائے غلامی ہمارے سر پڑی۔ آج بھی اگر ہم اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اُس کا راستہ کھُلا ہوا ہے۔ وہی عمل صالح اور ایمان و اذعان جس پر پہلے اقتدارِ مُسلم کی بُنیاد رکھی گئی تھی۔ اس کو اختیار کرلیں۔ ہماری عزّت و حرمت کی گری ہُوئی عمارت پھر سربفلک

ہو جائے گی۔

میرے بھائیو! ہمیں جو کچھ فخر حاصل ہے وہ صدقہ ہے حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے دامن سے وابستہ ہونے کا اور آپ کے طور طریق پر عمل کرنے کا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی طفیل ہے کہ مسلمان جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ فرمایا تھا، یعنی قلیل اور اتنے قلیل کہ لوگ ان کو اس طرح اُچک لیں جیسے باز چڑیا کو اچک لیتا ہے۔ ان کو عظیم الشان سلطنتیں بخشیں، قلت کے بجائے اُن کو کثرت سے نوازا۔ نیویارک ٹائمز نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ پوری دُنیا میں مسلمانوں کی تعداد ستّر کروڑ ہے اور میرا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد اسّی کروڑ ہے۔ بہر حال یہ نتیجہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا۔ آپؐ سے محبت کا اور آپ کی سُنّتوں پر عمل کرنے کا، مگر افسوس آج محبتِ رسول اور محبتِ اسلام کے دعوے تو بہت ہیں مگر عمل کا یہ حال ہے کہ ان کے طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں جو نہ صرف مسلمان بلکہ پورے اسلام کے دُشمن ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کا معیار یہ ہے کہ ہر معاملہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے طور و طریق پر عمل کیا جائے اور جو قدم بھی اُٹھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر ہو۔ میرے بزرگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُسلمانوں کو حکم دیا کہ ڈاڑھی بڑھائیں، مونچھیں کٹائیں۔ ڈاڑھی مسلمانوں کا شعار ہے مگر اچھے اچھے مسلمان اس شعار کو خود اپنے ہاتھوں پامال کرتے رہتے ہیں۔ اُن کو یہ گناہ گناہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔ حالانکہ معمولی گناہ کی بھی عادت ڈال لی جائے تو علماء کا متفقہ قول ہے کہ وہ معمولی گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

میرے بزرگو! اصل ترقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے۔ اگر آپ دامنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑتے ہیں اور آپ کی اتباع سے مُنہ موڑتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ آپ سے نہیں ہے وعدوں کا مدار ایمان اور عمل صالح ہے اسلام صرف نام لینے کی چیز نہیں۔ عمل کرنے کی چیز ہے اسلام پر عمل کیجیے، اسلام بھی محفوظ رہے گا اور آپ بھی زندہ ہو جائیں گے۔ میرے بزرگو! اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت نہ برتو۔ جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرو۔ یہی ذریعہ نجات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مامن شیٔ انجیٰ من عذاب اللہ من ذکر اللہ ذکر اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز

(بقیہ بر صـ ۳۳)

شخصیات

تحریر محمد نسیم دوتانی کوئٹہ

# آہ! شیخ الحدیث
# حضرت مولانا نیاز محمد دوتانی مرحوم

## سابق صوبائی وزیر آبپاشی و برقیات بلوچستان

مجاہدِ ختمِ نبوت حاملِ علومِ رسالت۔ آوازِ حق و صداقت مدبرِ میدانِ سیاست، شیخ الحدیث حضرت مولانا نیاز محمد دوتانی مرحوم دسمبر ۱۹۳۰ء میں صوبہ بلوچستان ضلع زیارت گاؤں کواس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد یعقوب مرحوم سے حاصل کی۔ صرف و نحو اور منطق کی کتابیں لورالائی خانوزئی مستونگ کوئٹہ میں پڑھیں۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کراچی، لاہور، خانپور، پنڈی، تشریف لے گئے اور وہاں جید اساتذہ کرام مثلاً مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع مرحوم، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری مرحوم حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مرحوم۔ عاشقِ رسول علامہ محمد یوسف بنوری مرحوم مولانا عبدالخالق مرحوم سے فقہ اُصول فقہ، منطق، معانی وغیرہ مختلف فنون کی متوسط کتابوں کا درس لیا۔ اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لیے ۱۹۵۰ء میں عظیم دینی درس گاہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم ملتان تشریف لے گئے اور چار سال تک علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ دورہ حدیث ملتان میں استاذ محترم مفتی اعظم مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھا۔ قاسم العلوم میں تعلیم کی تکمیل کے بعد (جامعہ عربیہ انوار العلوم کواس ضلع زیارت) کی بنیاد رکھی۔ اور اس راستہ میں جو مشکلات پیش آئیں ان کو صبر و عزیمت اور ثبات و استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ آپ کی مساعی جمیلہ کی برکت سے آج یہ دینی ادارہ نہ صرف بلوچستان بلکہ پورے پاکستان میں شہرت اور امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔

حضرت دوتانی مرحوم کا تعلق علماءِ حق کے اس طبقہ سے تھا جو شریعت و طریقت دین و سیاست کے جامع تھے اور اسی جامعیت نے ان کو ابنائے زمانہ کی نگاہ میں بلند مقام دیا اور ان کی عظمت و جلال کے سامنے سب کی گردنیں جھک گئیں۔ ان کی بے لوث دینی و علمی خدمات سیاسی اور سماجی خدمات کا پورے پاکستانیوں نے اعتراف کیا۔ عالمِ اسلام سے اُٹھنے والی دینی، علمی، سیاسی اور ملی تحریکوں میں ان کا

بالواسطہ یا بلاواسطہ حصّہ ہوگا۔ آپ زبردست عالم و محقق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست مجاہد اور مردِ سیاست بھی تھے۔ آپ کی تعمیرِ شخصیّت میں سب سے بڑا حصّہ شیخ الوقت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود مرحوم کا تھا۔ حضرت مفتی صاحب سے بکثرت عُلماء نے استفادہ کیا اور شرفِ علم حاصل کرنے والے تقریباً سب ہی علم کی معراج کو پہنچے، لیکن حضرت دوتانی مرحوم نے اُستاذ موصوف کے علوم ہی کو نہیں بلکہ ان کی پُوری شخصیّت کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم کے ساتھ آپ کی عقیدت عشق کے درجہ کی تھی اپنے استاذ محترم حضرت مفتی محمودؒ کی طرح آپ بھی علمِ حدیث تفسیر و فقہ اور دیگر علوم و فنون میں نہایت امتیازی شان رکھتے تھے۔ اکثر عمر حدیث کی تدریس میں بسر کی۔ آپ کا حافظہ مثالی تھا۔ اکابر علماء و صلحاء اور ارباب اقتدار کے ہاں آپ کی بے حد عقیدت و احترام پایا جاتا تھا، اور پایا جاتا ہے۔ آپ کے علمی مقام کے بارے میں کچھ کہنا اور کچھ لکھنا روزِ روشن میں آفتاب کا تعارف کرانے کے مترادف ہے۔ آپ کے علمی اور سیاسی مقام کی بلندی نہ صرف بلوچستان بلکہ پُورے پاکستان میں مسلّم تھی۔ نامور محقق عالمِ دین، مبلّغ اسلام حضرت مولانا قاری جیبب الرحمٰن تبلیغی مدظلہ فرماتے ہیں کہ "تین چار سال تک حضرت مولانا دوتانی کے ساتھ قاسم العلوم ملتان میں اکٹھے پڑھتے رہے۔ پُورے مدرسہ میں ان کا ریکارڈ تھا۔ تمام اساتذہ بالخصوص حضرت مفتی محمود صاحب مرحوم مولانا دوتانی کے ساتھ بڑے شفقت اور محبّت کے ساتھ پیش آتے تھے اور گھر کی تمام تر خدمات اُن سے لیتے تھے اور لختِ جگر کے نام سے پُکارا کرتے تھے۔ جب بھی مفتی صاحب حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری صاحبؒ سے ملاقات کرنے جاتے تو مولانا دوتانی کو ضرور ساتھ لے جاتے تھے۔ ایک دن میں بھی اُن کے ساتھ ہُوا تو مفتی صاحب نے کہا کہ چلو آج جیبب الرحمٰن کو بھی ساتھ لے چلو۔ جب ہم مفتی صاحب کی قیادت میں حضرت شاہ صاحب بخاری سے ملے تو تھوڑی دیر کے بعد مفتی صاحب نے دوتانی صاحب کو اشارہ کر کے کہا کہ تھوڑا سا پانی گلاس میں لے آؤ۔ دوتانی صاحب یک دم اُٹھے اور پانی کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت شاہ صاحب بخاریؒ نے اپنے مریدوں کی طرف نگاہ کر کے فرمایا کہ بننے ہو تو ایسا ہی بنو جس طرح وہ نوجوان دوڑتا ہوا نظر آرہا ہے (شاہ جی کا اشارہ دوتانی صاحب کی طرف تھا) مفتی صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب کوئی خاص صفت اس نوجوان کی مجھے بتا دیں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ مفتی صاحب اس نوجوان طالب علم سے اللہ رب العلمین خصوصی طور پر دین عالی کا کام لے گا اور یہ دین میں ممتاز مقام حاصل کرے گا۔ ملاقات ختم

ہونے کے بعد جب ہم روانہ ہوئے تو دوتانی صاحب کو راستے میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ ارے تجھے تو آج شاہ صاحب نے بڑے رُتبے کا انسان قرار دیا۔ دوتانی صاحب سُن کر اتنے روئے اتنے روئے کہ مفتی صاحب بھی رونے لگے۔ اس وقت دوتانی صاحب نے کہا کہ میں اور رُتبہ؟ میں نچلے درجے کا آدمی ہوں"۔

مولانا نیاز محمد دوتانی کو حق تعالیٰ نے حافظہ غیر معمولی عطا فرمایا تھا۔ طبیعت میں ذکاوت تھی حضرت لاہوریؒ اور حضرت بنوریؒ اور مفتی محمد شفیعؒ جیسے بزرگوں کی صحبت اور برکت کی وجہ سے مولانا بہت جلد بڑے بڑے جید علماء کرام پر ذہنی سبقت لے گئے۔ بڑے بڑے علمی مضامین جن کو اکابر علماء متعدد اوراق میں سُپردِ قلم فرماتے تھے۔ مولانا دوتانی مرحوم اُن کو چند جُملوں میں نہایت مختصر الفاظ میں پیش کر دیتے تھے۔

مولانا دوتانی مرحوم کے مزاج میں شدت فِی اَمرِ اللہِ بھی بدرجہ کمال تھی جس بات کو دین کے خلاف سمجھتے اور جس فکر و خیال کو خلافِ شریعت سمجھتے اس کے خلاف جنگ کرنا اپنے لیے ضروری سمجھتے تھے اور کوئی مصلحت اور کسی ملامت کا خوف اور اپنی شخصیت کی مقبولیت کو سخت سے سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ بلکہ یقین بھی ان کو اس اقدام سے نہیں روک سکتا تھا۔ آپؒ شریعت اور حق بات کی تبلیغ میں کسی قسم کے رُعب و دبدبہ کی پرواہ نہ کرتے اور بلا خوف حق بات کہتے تھے، چنانچہ آپ کی تمام زندگی اس حقیقت کا عملی مظہر رہی ہے آپ اپنی انفرادی زندگی میں جتنے نرم، خلیق اور شگفتہ مزاج تھے۔ باطل نظریات اور ملحدین کے بارے میں اتنے ہی شمشیر برہنہ تھے اور اس معاملہ میں کسی مصلحت یا نرمی کے روادار نہ تھے۔ فرقِ باطلہ اور نظریات و افکار باطلہ کے حامل طبقوں کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے بڑا کام لیا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم غالباً ۱۹۸۲ء میں بلوچستان کے خصوصاً زیارت کے دورے پر آئے تھے۔ زیارت کے مخصوص ٹولے نے بہت سے مسائل لکھ کر فائل میں بند کر کے مولانا دوتانی مرحوم کو اعتماد میں لیے بغیر جنرل ضیاء الحق کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس دوران مولانا دوتانی مرحوم تیسری لائن کی کرسیوں میں تشریف فرما تھے۔ ضیاء الحق مرحوم بولنے لگے کہ آپ کے کیا مسائل ہیں؟ مولانا دوتانیؒ مرحوم و مغفور نے فرمایا کہ صدر صاحب مجھے اجازت ہے بات کرنے کی؟ جنرل صاحب نے کہا کہ ضرور مولانا صاحب فرمائیے۔ مولانا دوتانی مرحومؒ نے فوراً کھڑے ہو کر اگلی کرسیوں کو پار کر کے جنرل صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا کہ جناب صدر ہمیں سب کچھ اللہ رب العالمین نے دیا ہے،

ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے نہ ہمارے کوئی مسائل ہیں بلکہ ہمارا ایک ہی مسئلہ ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کیا جائے تب ہمارے سارے مسائل حل ہوں گے اور اس نظام کے نفاذ کے لیے ہمارا خون آپ کی جیب میں ہے جہاں استعمال کرتے ہو کرو۔ یہ جو حاضرین بیٹھے ہیں یہ سب میرے ساتھی ہیں اور میں ان کا ترجمان ہوں۔ مولانا دوتانی تقریباً دس منٹ بڑی تیزی کے ساتھ بولتے رہے۔ تب ضیاء الحق نے کہا کہ مولانا صاحب اسلامی نظام کی ابتداء شروع کی جا چکی ہے۔ وفاقی شرعی عدالتیں کام کر رہی ہیں، مولانا دوتانی نے فوراً جیب سے پنجاب کا ایک اخبار نکالا جس میں ایک خبر تھی کہ وفاقی شرعی عدالت نے ایک مجرم کو قتل کے جرم میں شرعی سزا سنائی تھی اور فوجی عدالت نے اسے منسوخ کر کے کہا ہے کہ ہم سے مشورہ نہیں کیا ہے، لہٰذا یہ سزا کالعدم ہے۔ مولانا نے کہا کہ صدر صاحب یہ ہیں فوجی عدالتیں اور یہ ہے آپ کا اسلامی نظام اور مولانا دوتانی نے دو اور واقعات بیان کیے۔ تب صدر صاحب نے کہا کہ آپ جیسے جیّد عُلماء کرام کی ضرورت ہے آپ کی باتوں پر ضرور غور کریں گے اور صدر صاحب نے پروگرام ختم کرتے ہی فرمایا کہ چلو کوئٹہ جانے کو دیر ہو رہی ہے، پُورا اجتماع حیران رہ گیا۔

صدر صاحب نے روانہ ہوتے وقت مولانا دوتانی مرحوم کے نزدیک آکر ہاتھ کندھے پر رکھ سرگوشی میں کہا کہ آپ کا اگر کوئی ذاتی مسئلہ ہے تو حکم فرمائیے۔ مولانا کے جذبات وہی تھے کہ میرا ذاتی مسئلہ وہی ہے جس کو اجتماع میں بیان کر چکا ہوں۔ صدر صاحب نے کہا کہ آپ کو مجلس شوریٰ میں ضرور لوں گا۔ مولانا دوتانی مرحوم نے کہا کہ جو شوریٰ بنی ہے اُن ہی کی رائے پر عمل کرو۔ مجھے یاد ہے کہ گورنر رحیم الدّین بڑے غصّے میں تھا۔ یہی دورہ تھا صدر کا جب کوئٹہ میں جمعیت العلماء اسلام کی سطح پر ایک وفد مولانا عبدالغفور صاحب شالدرہ والے کی قیادت میں صدر سے ملاقات کرنے گورنر ہاؤس پہنچا۔ گورنر نے نام کی فہرست طلب کی جس میں مولانا دوتانی کا نام بھی تھا اور کہا کہ یہ ایک نام خارج کیا جائے۔ وفد نے بات نہ مانی اور فوراً مولانا دوتانی نے کہا کہ گورنر صاحب میں یقین دلاتا ہوں کہ اب زیارت والا معاملہ نہیں ہوگا۔ تب گورنر نے وفد کو ملاقات کرنے دی۔ اس وفد نے بھی اسلامی نظام کے بارے میں ملاقات کی تھی۔

ایک دفعہ مولانا مودودی صاحب —— بلوچستان خصوصاً زیارت کے دورے پر آئے ہوئے تھے زیارت کی جامع مسجد میں اُن کا خاص خطاب رکھا گیا تھا۔ خطاب کے دوران زیارت ویلی کے بڑے معتبرین

حضرات اور مولوی حضرات جمع کیے گئے تھے۔ مولانا مودودی ——— اپنے افکار اور نظریات کے بارے میں جب آدھ گھنٹہ بولے تو تقریر کے دوران مولانا دوتانی اُٹھے اور ان مسائل کو بیان کرنے سے منع کیا کہ آپ جو مسائل بیان کر رہے ہیں اسلام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا آپ بیٹھ جائیں اور لوگوں کے ذہن خراب نہ کریں آپ ہمارے مہمان ہیں ہم آپ کو عزّت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ اپنی مصروفیات کو مختصر کر کے زیارت سے چلے جائیں انشاء اللہ اسی میں آپ کی اور علاقہ زیارت کے عوام کی خیر ہوگی۔

مولانا مودودی نے جواب میں کہا کہ یہ باتیں ملتان قاسم العلوم کے مدرسے سے آ رہی ہیں یا آپ خود کر رہے ہیں بالآخر مودودی صاحب تقریر ختم کر کے زیارت چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔

ایک دفعہ زیارت میں حکومتی سطح پر سینما بنانے کی کوشش شروع کی گئی۔ مولانا دوتانی مرحوم نے علماء کرام کا ایک ہنگامی اجلاس بُلایا اور طلباء کو منظم کیا کہ ہم اس بے حیائی کی بُنیاد نہیں رکھنے دیں گے اور حکومتی انتظامیہ کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی۔ انتظامیہ نے مجبور ہو کر ملاقات کرنے کے لیے مولانا مرحوم اور مولانا جان محمد صاحب مرحوم وغیرہ کو زیارت بُلایا کہ ہم آپ کی بات تسلیم کرتے ہیں اور اپنے کام کو ختم کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔

مولانا دوتانی مرحوم نے ایُّوب خان کے دَورِ حکومت میں غیر اسلامی عائلی قوانین کی جمعیت العلماء اسلام کے پلیٹ فارم سے شدّت کے ساتھ مخالفت کی اور لادینیت اور بدعقیدگی کو روکنے کی بھر کوشش کی۔ زمانہ طالب علمی میں ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوّت میں حضرت شاہ صاحب بخاریؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ کی قیادت میں ملتان جیل میں پابندِ سلاسل بھی رہے اور جیل کی کوٹھڑیوں میں حضرت شاہ صاحب بخاریؒ سے شاگرد ہونے کا شرف بھی حاصل ہُوا جیل کی تاریکی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ رہا ہونے پر لوگ خوشیاں مناتے ہیں، مگر مولانا دوتانیؒ افسوس کرتے تھے کہ ختمِ نبوّت کے مسئلے پر جان قربان کرنا بھی کم ہے جیل جانا تو معمولی بات ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اُن کے اِخلاص اور فکر کو دیکھتے ہُوئے ——— مرکزی ناظم جمعیت العلماء اسلام مقرر کیا اور ۱۹۶۸ء سے مرکزی شورٰی کے ممبر قرار پائے اور تادمِ آخر مرکزی مجلس شورٰی کے رُکن رہے۔ مفتی صاحب آپ کی رائے کو بہت اہمیّت دیتے تھے۔

مفتی صاحب جامعہ انوار العلوم کو اس زیارت کے ہر سالانہ جلسۂ دستار بندی میں شرکت فرماتے

تھے۔ جب مولانا دوتانی رح ۱۹۵۴ء میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو مفتی صاحب نے اُن کو مخاطب کرکے فرمایا کہ سب سے پہلے آپ نے دو کام کی بُنیاد رکھنی ہے ایک زیارت میں مدرسہ انوار العلوم کی بُنیاد رکھیں اور حضرت لاہوری رح کی سرپرستی میں چلائیں اور دوسرا کام جمعیۃ العلماء اسلام کی بُنیاد رکھنا ہے۔ اس سلسلے میں آپ مولانا عرض محمد صاحب رح سے کوئٹہ میں رابطہ رکھیں۔ مولانا دوتانی رح نے اس ہدایت کے مطابق بلوچستان آکر زیارت میں جامعہ انوار العلوم کی بُنیاد رکھی اور مولانا عرض محمد صاحب کے ساتھ جمعیۃ کا کام شروع کیا۔ آپ کی محنت کا ثمرہ ہے کہ مولانا میرک شاہ صاحب ژوب والے مولانا غلام حیدر صاحب لورالائی والے جمعیۃ العلماء اسلام میں شامل ہوگئے۔ ماہوار اجلاس بلالیتے اور اجلاسوں میں مفتی صاحب مرحوم کی دعوت دے کر بلاتے تھے۔

جمعیۃ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ مفتی صاحب اسٹیشن سے تانگہ میں سوار ہوکر مالی باغ تشریف لے آتے یہاں غریبی کا دَور تھا۔ آپ صرف تربوز کھانے پر اکتفا فرمالیتے اور یہیں مالی باغ میں آرام فرمالیتے تھے آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے جمعیۃ کو لوگوں کے دِلوں کی دھڑکن بنا دیا۔ گلی گلی۔ کوچہ کوچہ ضلع ضلع شہر شہر گاؤں گاؤں میں لوگ جمعیۃ العلماء اسلام میں شامل ہونے لگے۔ بقول مولانا دوتانی مرحوم کے کہ جب مفتی صاحب مجھے ملتان جمعیۃ کے اجلاس میں بُلاتے تو میں کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے آلوؤں کے بھرے ہوئے ٹرک میں سوار ہو کر دو دِن رات سفر کر کے ملتان پہنچتا اور اجلاس میں شریک ہوتا تھا اور مفتی صاحب گلے لگاتے وقت فرماتے تھے میرے لختِ جگر خیریت سے پہنچے۔ اسی جمعیت کی برکت تھی کہ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دو بار جیل جانا پڑا، اور جیل کی سلاخوں میں طلباء کرام کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور ایم آر ڈی کی تحریک میں مولانا فضل الرحمن کے شانہ بشانہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔

کراچی میں ایک دفعہ وفاق المدارس کے اجلاس میں مفتی رفیع صاحب، مفتی تقی صاحب، مفتی رشید احمد صاحب، مفتی احمد الرّحمن، مفتی ولی حسن صاحب، مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور پنجاب سرحد بلوچستان کے جیّد عُلماء کرام شریک تھے۔ اجلاس میں مولانا فضل الرحمن کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور کہا گیا کہ شیعہ حضرات کا جلوس تیس سال سے بنوری ٹاؤن کے ساتھ گزرتا ہے ہم نے بار بار حکومت کو آگاہ کیا ہے مگر نہیں مانتے بالآخر پیر پگاڑا کے توسط سے مولانا فضل الرحمن سے کہا کہ آپ ضیاء الحق سے کہیئے اور صرف فون پر

بات کریں، ضیاء الحق آپ کی بات مان لے گا۔ مولانا فضل الرحمٰن نے انکار کیا کہ مَیں ضیاء الحق سے قطعاً بات نہیں کروں گا۔ بہرحال مولانا دوتانی خاموشی کے ساتھ سُن رہے تھے۔ آخر میں اجلاس کے صدر سے اجازت طلب کی۔ مولانا دوتانی نے اجلاس سے کہا کہ مولانا فضل الرحمٰن اگر ضیاء الحق سے فون پر بات کریں تو کیا شیعہ حضرات کا جلوس بنوری ٹاؤن کے راستے سے بند ہو جائے گا۔ پُورا اجلاس بیک وقت آواز دیتا ہے کہ ضرور بند ہو گا۔ مولانا دوتانی نے کہا کہ جب آپ تیس سال میں ایک کام نہیں کر سکے ہیں۔ جس کو مولانا فضل الرحمٰن ایک فون پر کر سکتا ہے۔

تو پھر آپ حضرات کو مولانا فضل الرحمٰن کی تقلید کرنی چاہیے

سب کے سب کو ان کی قیادت تسلیم کر لینی چاہیے اور ایک بڑے نل پائپ کے پانی کو اپنی اپنی ٹونٹیوں سے ضائع نہ کریں۔ اپنے ٹونٹیوں کو بند کر کے پانی ضائع نہ کریں تاکہ اس ملک میں مکمّل اسلامی نظام نافذ ہو جائے۔ تو انشاء اللہ یہ جلوس یہاں تو درکنار پُورے کراچی میں جلوس نظر نہیں آئے گا۔ پُورے اجلاس پر رقت طاری رہی اور سب خاموش تماشائی بنے رہے"۔

۱۹۹۰ء میں جمعیۃ العلماء اسلام کے حکم پر زیارت ہرنائی سے صوبائی اسمبلی کا انتخاب لڑتے ہوئے اسمبلی کے فلور پر آکر ایک غریب مولوی وزیر آبپاشی و برقیات کا قلمدان سنبھالتے ہوئے بلوچستان کی کابینہ میں واحد وزیر ہے جس نے پُورے بلوچستان کا مکمّل دورہ کیا اور لوگوں کے مسائل سُنے اور موقع پر احکامات جاری کرتے رہے اور بلا تفریق سماجی خدمات سرانجام دیتے رہے

میرٹ کی بُنیاد بنا کر۔ ذات وقوم سے بالاتر ایک پنجابی کو اوورسیئر بنایا تو لاہور میں جمعیت کے اجلاس سے باہر نکلتے ہی ایک گروہ نے اُن کی گاڑی کو روکا کہ آپ نے کوئٹہ میں ہمارے ایک پنجابی کو لگایا ہے ہم آپ کو سلام پیش کرنے آئے ہیں اور اسمبلی کے فلور پر آپ کو امین کا لقب دیا جاتا ہے۔ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف آپ کا اعتدال پسند رویہّ دیکھتے ہیں۔ اس لیے آپ کو دونوں جانب سے امین کے لقب سے پُکارا جاتا ہے۔ آپ اکثر جمعیت کے پارلیمانی اجلاس گھر میں بلاتے تھے اور سب کی خدمت کیا کرتے تھے اور ساتھیوں کو اکثر تلقین کرتے تھے کہ جوش کے بجائے ہوش سے کام لیا کریں، اور بڑی سوچ و بچار نیز علماء کرام کے پلیٹ فارم کو سامنے رکھتے ہوئے مسائل کے حل کرنے کی کوشش کریں آپ ایک بالغ نظر سیاستدان تھے۔ اپنوں کے علاوہ دُشمن اور مخالف بھی آپ کے کارناموں کا اعتراف

کرتے تھے۔ بلا تفریق لوگوں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ نے اسمبلی کے فلور پر جماعتی نظریات اور جماعتی کارکنوں کے جذبات کا بھرپور دفاع کیا۔ جب وزیرِ اعلیٰ بلوچستان نے جمعیت سے ۱۰ نکاتی وعدہ کی خلاف ورزی کی تو آپ جمعیت کے اجلاس میں جمعیت کی پالیسی کے مطابق وزارت کو خیرباد کہہ کر دوبارہ عوام کی صفوں میں آگئے۔ ۱۹۹۳ء میں جمعیت کی قیادت نے آپ کی صلاحیتوں کے پیشِ نظر ایک بار پھر جمعیت کی طرف سے زیارت ہرنائی کیلیے اپنا اُمیدوار نامزد کیا۔ پورے بلوچستان کو معلوم ہے کہ زیارت کے معتبرین سردار، ملک اور خان نوّاب جمعیت العلماء اسلام کی مخالفت پر اُتر آئے۔ یہ سب خوانین حضرات پشتون خواہ نیپ اور عوامی نیشنل پارٹی کو سپورٹ کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود جمعیت العلماء اسلام نے ضلع زیارت میں دونوں جماعتوں کو (جس کو مسلم لیگ اور پی پی پی کی حمایت بھی حاصل تھی) شکست سے دوچار کیا۔ تب جمعیت کی ہار سامنے آگئی۔ بہرحال یہ وقت بتائے گا کہ جتنے کام مولانا دوتانی کے دَور میں ہرنائی زیارت میں ہُوئے۔ اتنے کبھی ہُوئے نہ ہوں گے، آج بھی کروڑوں روپے کا کام جاری ہے جس کی نگرانی اب بھی جمعیت العلماء اسلام کے کارکن کر رہے ہیں۔

مولانا دوتانی مرحوم حق وصداقت کی آواز اور عزم واستقلال کے پہاڑ تھے۔ توبہ اور انابت اِلی اللہ اور خوف وخشیت سے سرشار تھے۔ ڈرنے والا دِل اور رونے والی آنکھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی صبح کی نماز میں آپ جب امامت کراتے تھے سورہ قٓ شروع کرتے خدا کے خوف کا غلبہ طاری ہو جاتا اتنا روتے تھے کہ دوسری اور تیسری صف تک کے لوگ رونے لگتے تھے۔ تبلیغی جماعت کا مقامی گشت ہوتا اور بیان ہوتا آپ عجیب فکر کے ساتھ بیان سُنتے اور جماعت والوں کی تعلیم میں بیٹھتے آنسو بہاتے، ہر جگہ ومیدان میں جماعت والوں کی طرف لوگوں کو راغب کرتے۔

بلوچستان میں تبلیغی جماعت کے ابتدائی قافلوں میں آپ نے کندھے پر بستر اُٹھا کر زیارت کے علاقے میں آجاتے تو لوگ کیا کیا بکواس کرتے، لیکن بالآخر یہ جماعت پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ ۱۹۸۴ء میں آپ نے رائے ونڈ کے اجتماع سے ایک چلہ بھی لگایا اور رائے ونڈ کے بزرگوں نے آپ سے مرکز میں بیان بھی دلوایا۔ اور ایک سال لگانے کے بجائے کہا کہ آپ جو کام دن رات کر رہے ہیں۔ یہ کافی ہے۔ سال لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہاں مقام پر اُن جماعتوں کی بھرپور نصرت کیا کرتے تھے۔

تحقیق مسائل کے بارے میں آپ پورے علاقے کے عُلماء کرام بالخصوص اور بلوچستان کے عُلماء کرام بالعموم

اعتماد کرتے تھے۔ آپ مسائل سنجیدگی سے حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ علمی تحقیق میں آپ کا نمایاں کردار رہا ہے۔ آپ کی آرزو تھی کہ اب آخری زمانہ ہے ایک کتاب موجودہ جدید دَور کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اہم مسائل کے اعتبار سے شائع کریں گے اور قرآن کریم کا پشتو میں ترجمہ کرائیں گے۔ کتاب شروع مراحل میں تھی، مگر زندگی نے وفا نہ کی اور کتاب رُک گئی۔ حضور نبی کریمؐ سے آپ کی محبّت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کو کئی بار حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت مُبارک خواب میں نصیب ہوئی ہے آپ کی اپنی ڈائریوں میں ابھی تک یہ حالات نوشتہ ہیں۔

۱۹۹۳ء کی بات ہے جب آپ ایم پی اے تھے۔ کوئٹہ میں کرایہ کے مکان میں رہائش پذیر تھے تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں دیکھنے کی سعادت حاصل کی اور صبح روتے روتے ساتھیوں کے بہت اصرار پر کچھ نہیں کہا۔ صرف ڈاکٹر نظام الدّین پانیزئی کے اصرار پر یُوں کہا کہ رات کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خواب میں زیارت نصیب ہُوئی ہے اور خواب بتانے کا موقع نہیں ملتا ہے بس رونا ہی رونا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی روتے رہے۔

عمرہ کے دوران بھی زیارت نصیب ہُوئی ہے آپ نے دو حج اور بارہ عمرے کیے ہیں۔ بقول قاری حبیب الرحمن تبلیغی کے جب ہم دونوں ملتان سے فارغ ہُوئے تو مولانا دوتانی مرحوم کی خواہش پر مجھے بلوچستان اور زیارت، درس و تدریس کے لیے آنا پڑا۔ انکے ذریعے مَیں آج تک بلوچستان میں ہوں۔ قاری صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ مولانا دوتانی مرحوم رمضان المبارک میں اعتکاف میں بیٹھے تھے مَیں ملاقات کے لیے آیا تو مَیں نے عرض کیا کہ آپ خوش نصیب ہیں پہلی رمضان المبارک سے اعتکاف میں بیٹھے ہیں۔ اور سب کچھ حاصل کر لیا۔ دوتانی مرحوم نے جواب میں کہا کہ میری یہ آرزو اور تمنّا ہے کہ میری موت حرمین شریفین میں ہو۔ یہ چالیس سال قبل کی بات ہے۔ بالآخر آپ ۱۹۹۵ء میں رمضان شریف میں عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ایک وفد کے ساتھ جو آپ کی قیادت میں تھا جس میں مولانا سید عبدالباری آغا بھی تھے۔ ۱۶ سولہ رمضان المبارک مکّہ معظّمہ پہنچے عمرہ ادا کرنے کے بعد دن رات طواف کرتے رہے۔ بقول مولانا عبدالباری آغا کے ہم سارے ساتھی ہوٹل میں قیام پذیر تھے، لیکن مولانا دوتانی مرحوم حرمِ پاک میں آرام کرتے تھے۔ آخر رات ہوٹل میں آئے اور فرمایا کہ کل انشاءاللہ صبح مدینہ منوّرہ جائیں گے۔ اس رات موت کا کچھ تذکرہ ساتھیوں نے کیا مولانا مرحوم خاموش تھے۔ ایک ساتھی نے کہا کہ آپ کچھ بھی

نہیں کتنے فرمایا کہ بھائی میں اور یہاں موت یہ کہاں ہو سکتا ہے اتنا کہا کہ موت ہو مدینہ میں اور دفن ہو جنّت البقیع میں کیا اچھا ہوتا اور ساتھیوں سے کہا کہ وضو بنالو تراویح شروع ہوجاتی ہے ہم نے اصرار کیا کہ آج یہاں آخری رات ہے اکٹھے پڑھیں گے مولانا نے کہا کہ نہیں جہاں دل میں خشوع آتا ہے وہاں پڑھیں۔ بالآخر جاتے وقت اتنا کہا کہ کل ہم انشاء اللہ جائیں گے، مگر یہ کعبۃ اللہ میں قاری عبدالرحمن سُدیس جو تراویح میں قرآن سُناتے ہیں اِس کا چھوڑنے کا مجھے افسوس ہوتا ہے۔ میں بالکل یہ سمجھتا ہوں کہ ابھی ابھی قران پاک کا نزول ہو رہا ہے اور مولانا دوتانی مرحوم رونے لگے۔ بالآخر ہم جُدا ہوگئے۔ صُبح انتظار کرتے رہے مولانا نہ پہنچ سکے۔ سارا دِن تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ اگلی رات کو بائیسویں کی شب ہے کہ ہمارا ایک ساتھی بیمار ہوا وہ ہسپتال جانے لگا وہاں انتظامیہ سے احتیاطاً پُوچھا کہ ہمارے ایک ایسے بزرگ عالم دین پاکستانی ہیں اطلاعات کے دفتر سے معلوم ہُوا کہ کل رات آدھی شب میں دوران تراویح نمازی اُٹھا کر لائے تھے ہم نے آکسیجن لگانے کی کوشش کی، مگر وہ دنیا سے رحلت کر گئے۔ بقول ملک جناب مشوانی کے کہ ہم نے اُن کو کعبۃ اللہ کے سامنے عشاء کی نماز پڑھتے ہُوئے دیکھا نماز پڑھنے کے بعد تراویح کے موقع پر وہ جارہے تھے۔ مَیں نے سامنے آکر مصافحہ کیا اُنھوں نے فرمایا کہ مجھے معدہ میں کچھ درد محسوس ہو رہا ہے۔ میں تھوڑا سا آبِ زمزم پی کر آؤں گا۔ زمزم کی سبیل تک مَیں نے اُن کو دیکھا کہ جارہے تھے۔ اِس کے بعد نظر نہ آئے۔ بہرحال عمرہ کے دوران، سفر کے دوران، رمضان المبارک کے دوران۔ اکیسویں (۲۱) کی شب کے دوران باوضو نماز تراویح کے دوران۔ حرم کعبہ مقام ابراہیمؑ کے سامنے کے دوران، ہارٹ اٹیک کے سبب کعبۃ اللہ میں کعبہ کے خدا سے جاملے (انّا للہ وانّا الیہ راجعون) اگلے روز نماز عصر کے بعد کعبۃ اللہ کے امام خود اعلان کر رہے ہیں کہ ایک جیّد عالمِ دین کا جنازہ ہو رہا ہے۔ سب نیّت باندھ لیں۔ تقریباً پچیس لاکھ افراد نماز جنازہ میں شریک ہو رہے ہیں اور سب جنازہ پڑھنے والے روزے سے ہیں۔ اور اَللّٰھُمَّ اغفِرْ لِحَیِّنَا کی دُعا کر رہے ہیں اور جنازہ مختلف ممالک کے طلباء کرام اُٹھا کر ہزاروں کی تعداد میں جنّتِ معلّٰی لے کر آئے — اور پُرانے قبرستان میں سعود خاندان کے پلاٹ نمبر ۵۲ صف نمبر ۷ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی صف میں دفنایا۔

اللہ تعالیٰ مولانا کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں اور ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ہم فرزندانِ دوتانیؒ یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم انشاء اللہ مولانا مرحوم کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے

کی کوشش کریں گے۔ علمی، سیاسی، تبلیغی، اصلاحی اور اخلاقی میدان میں اعتدال پسند رویہ کے ساتھ مشن آگے بڑھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری امداد اور نصرت فرمائیں اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین

تم یاد آرہے ہو مجھے کیا کروں کہو
اس دَردِ لا دوا کی دوا کیا کروں کہو

بقیہ : ارشادات

عذاب سے نجات دلانے والی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے : اکثروا ذکر اللہ حتی یقال انہ لمجنون او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جُز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است　　جُز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست
سعدی بشوئے لوح دل ز عشقِ غیرِ حق　　علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت ست

یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ جو بھی اچھا کام کرو گے سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا الخ یعنی ذرہ برابر خیر بھی سامنے آئے گا اور اگر ذرہ برابر شر ہو تو وہ بھی سامنے آئے گا۔ بس اللہ تعالیٰ کے ذکر کی مشق یہاں تک بڑھاؤ کہ مرنے کے وقت بے اختیار اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہو جائے۔

بابا رشتہ سب سے توڑ
بابا رشتہ رب سے جوڑ
بابا رشتہ حق سے جوڑ

(اس کے بعد آپ نے عجیب و غریب نہایت جامع الفاظ اور پُر درد لہجہ میں اسلام اور دین کی حفاظت و ترقی اور ملک و ملت کی ترقی اور تمام حاضرین اور سب مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دُعا فرمائی۔ والحمد للہ)

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری (قسط: ۱۸)

# حیلے اور بہانے

## حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دینِ ابراہیمی کی چیزوں کو اپنایا اور جہالت کی چیزوں کو مٹایا ہے

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عرب کے جاہلوں کی اور جاہلیّت کی کسی بات کو نہیں مانا اور جاہلیّت کے کسی عمل کو نہیں اپنایا۔ دینِ ابراہیمی میں سے جو کوئی چیز عرب کے معاشرہ میں باقی تھی اس کو لے لیا اور دینِ ابراہیمی کے خلاف جو بھی کچھ تھا اس کو چھوڑ دیا۔ ڈاڑھی تمام انبیاء کرام علیہم السّلام نے رکھی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بھی ڈاڑھی والے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں کا اتّباع فرمایا جس کا قرآن پاک میں حکم ہے، ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا۔

ترجمہ: پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم حنیف کی ملّت کا اتّباع کیجیے۔

جب ملّتِ ابراہیمی کے اتّباع کا حکم ہوگیا تو ملّتِ ابراہیمی کے احکام شریعتِ محمدیّہ کا جزو بن گئے اور ہر مسلمان پر لازم ہوگیا کہ ان کا اتّباع کرے اگر العیاذ باللہ نبی ہی قوم اور وطن کے رواج کے بہاؤ میں بہہ جاتا تو پھر انسانوں کی اصلاح کا راستہ کیسے نکلتا؟ اور الٹا لوگوں کا اتّباع کر کے کیسے ہادی اور رہنما بن کر سامنے آتا۔ فَاتَّقُوا اللہَ یٰاُولِی الْاَلْبَابِ

## اس دلیل کا جواب کہ یہودیوں کی مخالفت میں ڈاڑھی مونڈنی چاہیے

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ڈاڑھی منڈانے کے جواز کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ میں مشرکین ڈاڑھی منڈاتے تھے۔ اس وجہ سے ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا، آج کل چونکہ یہودی

ڈاڑھیاں رکھتے ہیں اس لیے اُن کی مخالفت میں ڈاڑھی منڈانا واجب ہُوا۔ ان لوگوں کی یہ بات بھی جہالت سے بھرپور ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کے مُشرک اور یہودی ڈاڑھیاں رکھتے تھے اور فارس کے مشرکین ڈاڑھیاں منڈاتے تھے۔ دونوں باتیں آپ کے سامنے تھیں۔ آپ نے دونوں میں سے اسی چیز کو اختیار فرمایا جو دینِ ابراہیمی کے موافق تھی یعنی ڈاڑھی رکھی اور اپنی اُمّت سے رکھوائی اور اس کے برخلاف دوسرے فعل یعنی ڈاڑھی مونڈنے سے منع فرمایا اور اس کی مخالفت کا حکم فرمایا۔

اس وقت کے یہودیوں میں اور آج کے یہودیوں میں جو ڈاڑھی رکھنے کا رواج ہے وہ ان میں دینِ ابراہیمی کا ایک عمل باقی ہے ——— اس عمل کی مخالفت کرنا صحیح نہیں، اور ڈاڑھی مونڈنا چونکہ تمام انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف ہے اس لیے اس کی مخالفت واجب ہے۔ اگر ہر بات میں یہودیوں کی مخالفت کرنا واجب ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی رکھنے اور ختنہ کرنے دونوں کی مخالفت کا حکم فرماتے، لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا۔ تشبّہ اور مخالفت کے کچھ اُصول ہیں ان کو علماء ربانیین ہی جانتے ہیں۔ ڈاڑھی مونڈنے والے بے علم ہوں یا کالجوں اور یونیورسٹیوں کے گریجویٹ ہوں۔ وہ مشابہت اور مخالفت کا معیار سمجھتے ہی نہیں۔ نفس کی خواہش پُوری کرنے کے لیے یہودیوں کی مخالفت کا بہانہ بنا کر ڈاڑھیاں تو مونڈ ڈالیں لیکن ختنہ ترک کرنے کو تیّار نہیں ہیں۔ اللہ پاک اُنھیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ (آمین)

## اس دلیل کا جواب کہ عرب اور مصری بھی تو ڈاڑھی مونڈتے ہیں

(۶۹) بعض فیشن کے دلدادہ ڈاڑھی مونڈنے کے جواز کے لیے یُوں کہتے ہیں کہ صاحب عرب بھی تو ڈاڑھی مونڈتے ہیں اور مصر میں بھی ڈاڑھی مونڈی جاتی ہے اور فلاں قوم میں بھی ڈاڑھی مونڈنے کا رواج ہے، لہٰذا ہم نے بھی مونڈی تو کیا ہُوا؟

ان لوگوں سے ہمارا یہ کہنا ہے کہ اتّباع اور اقتدار کے لیے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اُسوہ اور نمونہ قرار دی گئی ہے۔ آپ کے قول اور فعل کے خلاف جو چلے اس کا اتّباع کرنا گناہگاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتّباع کو چھوڑ کر عرب اور مصر کے فاسقوں کا اتّباع کرنا کہاں کی دینداری

اور سمجھ داری ہے؟ کسی بھی ملک اور قوم کے افراد شریعت کی خلاف ورزی کر کے آخرت کے مواخذہ کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے کے لیے تیار ہو جائیں تو کیا اُن کی پیروی میں خود کو آخرت کی گرفت اور عذاب کے لیے پیش کرنا عقل مندی کے خلاف نہیں ہے۔

## اس کا جواب کہ ڈاڑھی میں ہی اسلام رکھا ہے؟

(۷۰) کچھ لوگ یوں کہتے ہیں کہ وہ صاحب کیا ڈاڑھی ہی میں اسلام رکھا ہے؟ ڈاڑھی نہ رکھیں گے تو کیا اسلام سے نکل جائیں گے؟ یہ بھی جاہلانہ دلیل ہے۔ اسلام تو صحیح عقائد کا نام ہے جو قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہو تو کافر ہو جاتا ہے۔ فرائض و واجبات کے ترک کرنے یا کسی بھی صغیرہ و کبیرہ گناہ کے کرنے سے کافر نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔ فرائض و واجبات انجام نہ دیں اور گناہ کرتے رہیں، اور عذاب بھگتنے کے لیے تیار رہیں۔ یہ کوئی سمجھ داری کی بات نہیں ہے، اگر صرف عقیدہ کے طور پر مسلمان ہونا ہی مطلوب ہوتا تو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے بہت سے کاموں کے کرنے اور بہت سے کاموں کے نہ کرنے کے احکام کیوں نازل ہوتے؟ مسلمان ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ عقیدہ بھی ٹھیک رکھیں اور احکام پر بھی عمل کریں، اگر جاہلوں کی بات پر چلے تو بس اسلام کا کوئی عمل بھی نہ کرے، کیونکہ بے عمل ہونے سے کافر تو ہوتا ہی نہیں۔

بات یہ ہے کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ لوگ گناہ کر کے خوب عذاب کے مستحق بنیں گناہگاروں والی زندگی گزارتے ہوئے مرجائیں اور دوزخ میں جائیں، شیطان اپنی دشمنی سے کبھی باز نہیں آتا، وہ بدعملی پر مطمئن کرنے کیلیے طرح طرح کے حیلے سمجھاتا ہے اور جو لوگ نصیحت کرتے ہیں بدعملیوں سے اُن کو اُلٹے جواب دلواتا ہے۔

## اس دلیل کا جواب کہ ڈاڑھی والے دغاباز ہوتے ہیں

(۷۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی والے دغاباز ہیں۔ ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں اور ڈاڑھی والوں کے افعال خراب ہیں۔ کیا خوب دور کی کوڑی لائے۔ گزارش یہ ہے کہ ایک ڈاڑھی ہی پر کیا منحصر ہے کیا نمازیوں میں غبن اور خیانت کرنے والے اور گناہوں میں مبتلا رہنے والے نہیں ہیں؟ ہیں اور ضرور ہیں! تو کیا نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیں گے؟ نماز تو خیر بعد کی چیز ہے، اس سے پہلے ایمان ہے، کتنے لوگ ایمان کے مدعی ہیں، اپنے کو مومن و مسلم کہتے ہیں، لیکن بڑے بڑے گناہوں میں بھی مبتلا ہیں۔ حرام بھی کھاتے ہیں —— غبن اور

خیانت بھی کرتے ہیں تو کیا خدانخواستہ ان لوگوں کی گناہ گاری کی وجہ سے اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

اوّل تو سب ڈاڑھی والے بدعمل نہیں ہیں اور جو بدعمل ہیں آپ ان کے مقابلہ میں ڈاڑھی رکھ کر نیک اور پارسا بن کر اُمّت کے سامنے آئیں اور جو شخص یُوں کہے کہ ڈاڑھی والے ایسے ویسے ہوتے ہیں، اسے ڈنکے کی چوٹ سینہ تان کر جواب دیں کہ مَیں بھی ڈاڑھی والا ہوں، بتا مَیں نے کس کا حق دبایا ہے اور کس کی خیانت کی ہے جو لوگ ڈاڑھی رکھ کر دھوکہ دیتے ہیں وہ ہمارے ڈاڑھی نہ رکھنے سے گناہ نہ چھوڑیں گے۔ ہمارا ڈاڑھی مونڈنا اس مسئلہ کا حل نہیں ہے کہ ڈاڑھی والے گناہ گار ہیں۔ لہٰذا ہم ڈاڑھی مونڈنے کے کبیرہ گناہ میں مُبتلا رہیں۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر مسلمان خود بھی ڈاڑھی رکھے اور نیک بنے اور جن ڈاڑھی والوں میں کوئی غفلت یا کوتاہی دیکھے یا چھوٹے بڑے گناہوں میں . . . مُبتلا پائے تو اچھے طریقہ پر نرمی کے ساتھ اُن کو سمجھائے۔

## بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلے دوسرے کام کرلیں پھر ڈاڑھی بھی رکھ لیں گے

(۷۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ کرنے کے بہت سے کام ہیں پہلے ان کو تو کرلیں، ڈاڑھی کا بھی نمبر آجائے گا، یہ تو ڈاڑھی منڈانے اور مونڈنے کی کوئی دلیل نہ ہُوئی، کیونکہ جتنے بھی دینی کام ہیں ڈاڑھی کے ساتھ ساتھ ہو سکتے ہیں، حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو ڈاڑھی رکھنے کا حکم فرمایا ہے اس میں تو کوئی ترتیب نہیں ہے کہ پہلے اتنے کام کرلینا پھر ڈاڑھی رکھنا شریعت کے حکم کو ٹالنا اور بے تکی باتیں کرکے شریعت کا باغی ہونا اور یہ سمجھنا کہ ہم بے قصور ہیں۔ بہت بڑی بدنصیبی ہے، ڈاڑھی ہو یا کوئی بھی دین کا کام ہو ان سب کاموں کو حکم شریعت کے مطابق انجام دینا لازم ہے یہ پہلے اور پیچھے کی ترتیب کہاں سے آئی؟ شریعت کے ہر حکم پر عمل کرتے چلیں ایک حکم دوسرے حکم پر عمل کرنے سے نہیں روکتا، سب پر عمل کریں اور کٹ حجتی چھوڑیں۔

## اس کا جواب کہ دل صاف ہو اگرچہ ڈاڑھی منڈی ہو

(۷۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ دل صاف اور رُوح پاک ہونی چاہیے، باطن کی اصلاح کافی ہے۔ اگر ڈاڑھی مونڈی اور باطن اچھّا رہا تو (نعوذ باللہ) کچھ حرج نہیں۔

(بقیہ بر صـ ۶۰)

# تحریکِ آزادی میں علماءِ حق کا کردار

خطیبِ اسلام حضرت مولانا محمدؒ اجمل خان
مہتمم جامعہ رحمانیہ، عبدالکریم روڈ، لاہور

برّصغیر پاک و ہند میں اسلام دو طرف سے آیا۔ مغرب سے مسلمان جرنیل محمدؒ بن قاسم کے ذریعہ اور مشرق سے مسلمان تاجروں کے ذریعے۔ ۱۰۰۱ء میں سلطان محمودؒ غزنوی نے پہلی مرتبہ لاہور پر حملہ کیا اس کے بعد شہاب الدّین محمدؒ غوری نے لشکر کشی کی۔ تراوڑی کے میدان میں راجپوت راجہ رائے پتھورا سے مقابلہ کیا۔ پہلی بار شکست کھا گیا۔ غوری غیرت مند مسلمان تھا قسم کھائی کہ جب تک شکست کا بدلہ نہیں لوں گا اس وقت تک غسل نہیں کروں گا۔ اور کپڑے تبدیل نہیں کروں گا۔ ایک سال تک تیاری میں مصروف رہا۔ اگلے سال پھر آکر لڑائی کی اور کامیاب ہوا۔ اس کے بعد مختلف خاندان یکے بعد دیگرے برّصغیر میں حکومت کرتے رہے۔ مغل حکمرانوں میں اورنگ زیب عالمگیر ہوشیار اور بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ متدین اور عالم بھی تھا۔ اس کا انتقال ۱۷۰۷ء میں ہوا۔ اس کے بعد جو لوگ تخت نشین ہوئے ان کی اکثریت نہ صرف یہ کہ نا اہل تھی، بلکہ بدعمل اور عیاش بھی تھی۔ عالمگیر کے پوتے جہاندار شاہ نے تخت سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنی ایک منظورِ نظر طوائف کے بھائی کو دہلی کا افسر مقرر کیا۔ پھر جہاندار شاہ کے پڑپوتے محمد شاہ رنگیلے نے تو حد ہی کر دی۔ اس نے لال قلعے کے اندر حوضوں میں شراب بھروادی۔ (ایسے حکمرانوں کا انجام جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔)

۱۷۵۶ء میں نواب بنگال کا انتقال مرشد آباد میں ہو گیا۔ اس کی وصیّت کے مطابق مرحوم کا پوتا سراج الدولہ ۲۵ سال کی عمر میں اس کا جانشین ہوا۔ یہ نہایت بیدار مغز اور ہوشیار نواب تھا۔ اس نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ انگریز تجارت کے لیے ہندوستان میں آئے تھے، لیکن اب وہ

آہستہ آہستہ اقتدار بھی حاصل کرتے جارہے ہیں اور اگر صورتحال یہی رہی تو ایک وقت آسکتا ہے کہ انگریز پورے ملک پر ہی قابض ہوجائے گا۔ اس نے انگریزوں کی یلغار کو روکنا چاہا۔ انگریز اسے کب برداشت کرسکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ شروع ہوگئی۔ آخر کار صلح ہوگئی، لیکن انگریز کب آرام سے بیٹھنے والے تھے۔ اُنہوں نے نواب سراج الدولہ کے خلاف بعض نامور امراء دربار جن میں میر جعفر سپہ سالار افواج خاص طور پر قابلِ ذکر ہے اس کو نواب کے خلاف سازش کرنے پر اکسایا حالات سے تنگ آکر نواب کو بالآخر انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کرنا پڑا۔ پلاسی کے میدان میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ خوب جنگ ہوئی۔ اس نازک حالت میں میر جعفر غدّار نے نواب صاحب کو میدانِ جنگ سے بھاگ جانے اور جان بچانے کا مشورہ دیا۔ یہ انگریز کی عیاّری اور مکاری کا ایک عملی نمونہ تھا جس کو اس غدّار نے انجام دیا۔ اس کے بعد نواب صاحب کی فوج بھی بددل ہوکر بھاگ گئی۔ اس گھناؤنی سازش نے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ انگریزوں کے حق میں کر دیا۔ اب انگریزوں نے میر جعفر غدّار کو اس کی نمک حرامی کا انعام یہ دیا کہ سراج الدولہ کی جگہ اس کو بنگال بہار اور اڑیسہ کا نواب بنادیا۔ اس کے بعد میر جعفر نے نواب سراج الدولہ کو گرفتار کرکے قتل کرا دیا۔ لیکن نمک حرام بدبخت میر جعفر کی انتقام کی پیاس پھر بھی نہ بجھی اور اس نے مقتول نواب کی لاش کو ایک ہاتھی کے ہودج پر سوار کراکر تمام شہر مرشد آباد میں گشت کرایا۔ علامہ اقبال مرحوم نے اس سانحہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا ہے ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ ملّت ننگِ دیں ننگِ وطن

۱۷۶۱ء میں پانی پت کے میدان میں تیسری لڑائی ہوئی جس میں غازی احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کے برے عزائم کو خاک میں ملادیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کی فوج کی کل تعداد نوّے ہزار تھی اور کل تیس توپیں تھیں جبکہ اس کے مقابلہ میں مرہٹوں کی صرف لڑاکا فوج کی تعداد تین لاکھ تھی جبکہ اس کی فوج کی پُشت پر شہروں میں مقیم لوگ بھی تھے۔ اس کے پاس تین سو توپیں تھیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سورج غروب ہونے تک مرہٹوں کا غرور ٹوٹ چکا تھا اور شام کو میدانِ جنگ ان کی لاشوں سے بھرا پڑا تھا۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ یہ جنگ امام الہند شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے ایماء پر ہوئی تھی۔ اُنہوں نے ایک

دَرد بھرا خط احمد شاہ ابدالی کے نام تحریر کیا تھا اور مرہٹوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کے لیے دعوت دی تھی حضرت شاہ صاحبؒ سے اللہ تعالیٰ نے تجدید و احیاء دین کا کام لیا۔ ۱۷۰۳ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ۱۷۶۲ء میں وفات ہوئی۔

حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادوں نے جن میں سے ہر ایک آسمان علم و عمل کا آفتاب و ماہتاب تھا، اپنے والد کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ تذکرہ علماء ہند کے مصنف کے بقول ہر صاحبزادہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی (آیۃٌ من آیات اللہ) تھا۔

ان صاحبزادگان کے اسمائِ گرامی لکھنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ان کے کارہائے نمایاں بخوف طوالت نقل کرنے سے قاصر ہوں۔

۱۔ شاہ عبدالعزیزؒ ، شاہ رفیع الدین ۳۔ شاہ عبدالقادرؒ ۴۔ شاہ عبدالغنیؒ یہ بھی بہت بڑے پائے کے بزرگ تھے، لیکن آپ کی سب سے بڑی فضیلت اور خصوصیت یہ ہے کہ آپ حضرۃ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے والد بزرگوار تھے۔ جو باعتبار علم و فضل، تقویٰ و طہارت ان عظیم المرتبت بزرگوں میں سے تھے۔ جو صدیوں میں کبھی پیدا ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے انہی لوگوں کے بارے میں کہا ہے۔

ے ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ وَر پیدا

غرض یہ کہ یہ صرف شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے صاحبزادگان اور تلامذہ، معتقدین کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ سلطنت کے شدید ترین زوال اور پھر اس کے اختتام کے باوجود ہندوستان سے اسلام فنا نہیں ہوا ۔۔۔ اندلس سے مسلمانوں کی حکومت گئی جو صدیوں پر محیط تھی تو ساتھ ان کا مذہب بھی رخصت ہو گیا۔ بہت کچھ مارے گئے اور جو بچ گئے تھے تو انہوں نے طوعاً و کرہاً عیسائی مذہب اختیار کر لیا، لیکن یہاں ہندوستان کا حال یہ ہے کہ انگریزوں نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد یہ چاہا کہ وہ ہندوستان کو اپنا ہم مذہب بنائے۔ اُنہوں نے اس مقصد کے لیے مذہبی کتابوں کی اشاعت پر خطیر رقم صرف کی۔ پادریوں کے ذریعے بڑے زور شور سے عیسائیت کی تبلیغ کرائی۔ مباحثوں اور مناظروں کا بازار ایک عرصہ تک گرم رہا۔

لیکن بایں ہمہ یہاں کے مسلمان اپنے دین پر سختی سے قائم رہے۔ استقلال اور استقامت کا

مظاہرہ کیا اور اندلس کی طرح ان میں ارتداد کا فتنہ عام نہیں ہوا۔ حق یہ ہے کہ یہ سب کچھ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کی جسمانی اور روحانی اولاد کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا صرف یہی کارنامہ نہ تھا کہ آپ نے وعظ و ارشاد، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے ذریعہ عقائد و اعمال کی اصلاح کی، بلکہ آپ نے تلوار کے ذریعہ ہندوستان میں خلافتِ راشدہ کے طرز کی حکومت قائم کرنے کے لیے جدّوجہد کی۔ اگرچہ اس جدوجہد میں آپ بلاواسطہ شریک نہیں ہیں، لیکن اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ بعد میں حضرت سیدّ احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک اور آپ کا جہاد میدانِ بالاکوٹ میں ۱۸۳۱ء میں جامِ شہادت نوش کرنے کے بعد بھی بنگال اور سرحد میں اس تحریک کے نام کو برقرار رکھنے کے لیے مجاہدین کی ایک جماعت کا باقی رہنا اور غلبۂ اسلام کے لیے کام کرتے رہنا یہ سب اس فضا کا نتیجہ تھا جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے پیدا کر دی تھی۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ حضرت سیدّ احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید، شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر دونوں بزرگوں کے تربیت یافتہ تھے، علاوہ ازیں تمام معاملات جہاد میں حضرت سیدّ صاحبؒ کے دست راست مولانا محمد اسمٰعیل شہید تھے جو رشتے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے تھے پھر یہ بھی واضح ہے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے اپنے چچا حضرت شاہ عبدالعزیز سے خاص طور پر استفادہ کیا تھا اور چچا نے بھی بھتیجے کی صلاحیّت اور قابلیّت کو دیکھ کر کندن بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ پس اس تمام سلسلے کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو بقول حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے "یہ صاف نظر آتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دراصل اسلامی انقلاب کی ایک عظیم الشان تحریک کے بانی تھے۔ اگرچہ حالات کی نزاکت اور خرابی کے باعث اس ملک میں اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکی، تاہم اس کا یہ اثر ضرور پڑا کہ مسلمان بحیثیّت ایک قوم کے اس ملک میں زندہ ہیں"

ان کی مذہبی حالت بھی بہ نسبت دیگر ممالک اسلامیہ کے بہتر ہے۔ تمام ہند و پاک میں دینی مدارس کا جال بچھا ہوا ہے اور شب و روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانے میں مصروف عمل ہیں۔ بہرحال مجاہدین کا یہ قافلہ سکھوں سے جہاد کرتے ہوئے حضرت سیدّ احمد، حضرت شاہ اسمٰعیل اور ان کے رفقاء نے ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو شہادت پائی۔

واقعہ بالاکوٹ کے بعد بھی علماء ہند کی تحریکِ آزادی اندر ہی اندر زور پکڑتی رہی، چنانچہ

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں علماء کا قافلہ سب سے آگے تھا۔

لیکن اپنوں کی بے وفائیوں، غداریوں کی وجہ سے مسلمانوں کو ناکامی ہوئی اور دہلی پر انگریزوں کا پورا قبضہ ہوگیا۔ تو اب اُنہوں نے دل کھول کر انتقامی کاروائیاں شروع کردیں۔ لاکھوں ہندوستانی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ دہلی میں جہاں کوئی مقامی باشندہ نظر آتا اسے گولی کا نشانہ بنادیا جاتا۔ صرف ایک دن میں چوبیس مغل شہزادوں کو پھانسی پر لٹکایا گیا۔ دلیر اور بہادر نوجوانوں کو توپ کے دھانے سے باندھ کر ان کے پرخچے اڑا دیئے گئے۔ بعض لوگوں کو سور کی کھالوں میں سی کر دریا میں پھینک دیا گیا۔ لال قلعہ کے قریب شاندار عمارتوں کو مسمار کرکے چٹیل میدان بنا دیا گیا۔ دہلی کے علاوہ بھی ہر جگہ شہر میں عارضی پھانسی گھر بنائے گئے۔ سینکڑوں بلند پایہ علماء سولیوں پر لٹکائے گئے۔ لاتعداد خواتین کی بے حرمتی کی گئی۔ اکثر خواتین نے تحفظ ناموس کی خاطر کنوؤں میں چھلانگیں لگادیں۔ بڑے بڑے قیمتی کتب خانوں کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔

صاحب تاریخ دیوبند تحریر فرماتے ہیں کہ صرف قصبہ دیوبند میں چوالیس اشخاص کو پھانسی پر لٹکایا گیا آم کے جس درخت پر لوگوں کو پھانسی دی گئی اس کو راقم السطور نے بھی دیکھا ہے۔

علماء حق سے مراد وہ علماء کرام مراد ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کی غلامی کو قبول نہیں کیا۔ یہ لوگ محض اصطلاحی قسم کی اسلامیات کے فاضل نہیں تھے، بلکہ علومِ دینیہ پر کامل دسترس کے ساتھ ساتھ عالمی سیاست کے نشیب و فراز سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ پھر ان کا علم محض کتابوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ عملی میدان میں بھی یہ دوسروں سے آگے تھے اور قائدانہ کردار ادا کر رہے تھے۔ ان علماءِ حق نے آزادی کی تحریک میں نہ صرف کام کیا، بلکہ اس تحریک کے بانی اور محرک بھی یہی لوگ تھے۔ ان لوگوں نے ہی اس تحریک کا آغاز کیا اور آہستہ آہستہ مسلمانوں اور دوسری اقوام کو اپنے ساتھ ملایا۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ برّصغیر سے انگریزوں کا انخلاء یہاں پر آباد مختلف اقوام کے اتحاد کے بغیر ممکن نہ تھا، چنانچہ علماء نے برّصغیر میں آباد مختلف اقوام کو اپنا دینی و مذہبی تشخص قائم رکھتے ہوئے اتحاد کی دعوت دی اور اس میں وہ کامیاب رہے۔

## جہادِ شاملی

اہلِ ہند انگریز کے مظالم کے خلاف جب اُٹھ کھڑے ہوتے اسی دَور میں حضرۃ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی زیر قیادت تھانہ بھون سے مسلمانوں

کا ایک چھوٹا سا لشکر شاملی کی طرف روانہ ہوا جو انگریزوں کی فوج کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اس لشکر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حافظ محمد ضامن صاحب (جو اسی شاملی کے میدان میں شہید ہوئے) قابلِ ذکر ہیں۔ یہ واقعہ ۱۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو رونما ہوا جب انگریزوں کو اس کا علم ہوا کہ یہ حضرات جو اپنے زمانے کے نامور عالم اور صوفی تھے، ہمارے خلاف جہاد میں شریک ہوئے ہیں تو ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کیے۔ حضرت حاجی صاحب نے وطن کو خیر آباد کہہ دیا اور بہ نیت ہجرت مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔ اس کے بعد انگریزوں نے تھانہ بھون پر حملہ کرکے اسے تباہ و برباد کر ڈالا اور گھروں کو آگ لگا کر خاکستر بنا دیا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مسلمان کی مخبری پر رام پور سے گرفتار کیے گئے پھر ان کو سہارن پور جیل میں تین چار یوم کال کوٹھڑی اور پندرہ دن جیل خانہ کی حوالات میں رکھا۔ اس کے بعد مظفر نگر جیل منتقل کردیا گیا۔ جہاں آپ تقریباً چھ ماہ قید رہے۔ پھر آپ کو رہا کر دیا گیا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگردِ رشید حضرت شیخ الہند کے جہاں باقی کمالات ہیں وہاں آپ کا عظیم کارنامہ انگریزوں کے خلاف منظم اور بھرپور جدّوجہد ہے۔ جس میں تحریک ریشمی رومال سب سے اہم واقعہ ہے۔ اس تلخ داستان کو اگر پڑھنا ہو تو شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کی "نقشِ حیات" اور مولانا محمد میاںؒ صاحب کی کتاب "تحریک شیخ الہند" پڑھیں۔

مختصر یہ کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ جو حضرت شیخ الہندؒ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں مولانا سندھی کا ایک خط جو ریشمی رومال پر لکھا گیا تھا، یار لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا اسکی وجہ سے اس تحریک کا نام تحریک ریشمی رومال پڑ گیا۔ حضرت شیخ الہند ترکی کے زعماء سے مل کر لمبا پروگرام بنا چکے تھے، لیکن قدرت کو منظور نہ تھا اس لیے آپ اپنے رفقاء سمیت مکہ معظمہ میں گرفتار ہوگئے اور مالٹا جیل میں اپنے رفقاء سمیت ڈال دیئے گئے۔

## ریشمی خطوط کی تحریک

یہ ایک تجویز تھی جو ہندوستان میں تیار کی گئی تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ شمال مغرب حد سے ایک حملہ ہو۔ ادھر ہندوستان کے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں اور سلطنت برطانیہ کو تباہ کر دیا جائے۔ اس تجویز پر عمل کرنے کے لیے مولانا عبید اللہ سندھی نے اگست ۱۹۱۵ء میں شمال مغربی سرحد کو عبور کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی مساعی سے عثمانی حکومت کے چند ممتاز قائدین غازی انور پاشا اور حجاز کے گورنر غالب پاشا کی حمایت حاصل ہوگئی۔ ریشمی رومال کی تحریک کے بے نقاب ہوتے ہی حکومتِ برطانیہ نے برِّصغیر کی ان تمام ممتاز شخصیتوں کو گرفتار کر لیا جو اس تحریک سے وابستہ تھے۔ ان میں حضرت مولانا احمد علیؒ کے علاوہ ان کے دونوں مُرشد حضرت خلیفہ غلام محمد دینپوری اور حضرت سیّد تاج محمود امروٹی بھی شامل تھے۔

## حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

متوفی ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء

حضرت شیخ الہندؒ نے ایک طرف تو ہندوستان کے ہندو مسلم باشندوں میں تحریکِ آزادی کی رُوح پھونک دی اور دوسری جانب آزاد قبائل کو جہاد کے لیے آمادہ کیا۔ ساتھ ہی حکومت افغانستان اور ترکی وغیرہ کو اپنے خاص نمائندے بھیجکر امداد کے لیے آمادہ کر لیا۔

ادھر آپ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حج کی غرض سے مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔ وہاں شریف حسین نے انگریزوں کی سازش سے ترکوں کے خلاف بغاوت کر دی تو پھر اس نے انگریزوں کے اشارہ پر حضرت شیخ الہندؒ کے پاس دستخط کے لیے ایک فتویٰ بھجوایا جس میں ترکوں کی تکفیر کی گئی تھی، مگر آپ نے دستخط کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر شریف حسین نے آپ کو اور آپ کے رفقاء کو جس میں مولانا حکیم نصرت حسین، مولانا عزیز گل اور مولانا حسین احمدؒ مدنی شامل تھے، گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ اور ان حضرات کو جہاز پر سوار کر کے مصر روانہ کر دیا گیا۔

## انگریز دشمنی اور نفرت

حکیم نصرت حسین جو شیخ الہندؒ کے ساتھیوں میں سے تھے جب حضرت شیخ الہندؒ کی رہائی کا وقت آیا تو آپ نے ان کی قبر پر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ انگریز حکام نے چند فوجی نوجوانوں کو آپ کے ہمراہ بھیجا۔ حالانکہ آپ اس وقت بہت لاغر اور کمزور ہو چکے تھے، مگر اس حالت میں بھی آپ ان فوجیوں سے تیز تیز ان کے آگے چل رہے تھے۔ کسی ساتھی نے پوچھا کہ حضرت اس کبر سِنی اور کمزوری اور بیماری کی حالت میں جب کہ آپ سے چلنا مشکل ہو رہا ہے تو ان فوجیوں سے آگے کیسے چل رہے تھے؟ فرمایا میری غیرت

ایماتی گوارا نہیں کر سکی کہ اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن میرے آگے آگے چلے اور مَیں پیچھے چلوں۔ حضرت شیخ الہندؒ کے متعلق یو۔پی کے گورنر سر جیمس نے کہا تھا کہ :

"اس شخص کی اگر بوٹی بوٹی بھی کر دیجائے تو ہر بوٹی سے انگریزوں کی عداوت ٹپکے گی"۔

ان حضرات میں سے ہر ایک کو کال کوٹھڑی میں بند کیا گیا۔ تقریباً ہر شخص کو یقین تھا کہ پھانسی کی سزا ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے مطابق اسارت مالٹا کی تجویز ہوئی۔ اسارت مالٹا کی مدّت تقریباً تین[1] سال ہے۔ اس فرصت میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے استادِ محترم کی بے نظیر خدمت انجام دی اور اپنی دیرینہ خواہش حفظ قرآن کریم کی تکمیل فرمائی، نیز حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ جو ترجمہ قرآن مجید تحریر فرما رہے تھے اس میں آپ ان کے معاون رہے۔ پھر ۱۹۲۰ء میں ان حضرات کی رہائی ہوئی۔ اس وقت تحریکِ خلافت ہندوستان میں زوروں پر تھی۔ اسارتِ مالٹا کے زمانہ میں حضرت شیخ الہند کی صحت بُری طرح متاثر ہو چکی تھی۔ اس لیے آپ اپنا ارادہ پورا نہ فرما سکے کہ ہندوستان کے طول وعرض کا دورہ کر کے رائے عامہ کو حصولِ آزادی کے لیے مزید ہموار کرتے۔ تقریباً پانچ ماہ علیل رہ کر ۱۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۹ھ کو دہلی ڈاکٹر انصاری صاحب کی کوٹھی پر آپ کا وصال ہو گیا۔ اور حضرت مولانا حسین احمدؒ مدنی کو حضرت شیخ الہندؒ کی جانشینی کا بار اٹھانا پڑا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے بارے میں مولانا ابوالکلام کے تاثرات کچھ یوں ہیں :

"مولانا شیخ الہند مرحوم ہندوستان کے گزشتہ دَور کے علماء کی آخری یادگار تھے۔ ان کی زندگی اس دورِ حرمان و فقدان میں علماءِ حق کے اوصاف و خصائل کا بہترین نمونہ تھی۔ ان کا آخری زمانہ جن اعمال حقہ میں بسر ہوا وہ علماء ہند کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہیں گے۔ ستر برس کی عمر میں جب ان کا قد ان کے دل کی طرح اللہ تعالیٰ کے آگے جھک چکا تھا عین جوارِ حرم میں گرفتار کیے گئے اور کامل تین سال جزیرہ مالٹا میں نظر بند رہے۔ یہ مصیبت انہیں صرف اس لیے برداشت کرنی پڑی کہ اسلام وملّتِ اسلام کی تباہی و بربادی پر ان کا خدا پرست دل صبر نہ کر سکا اور انہوں نے اعداءِ حق کی مرضیات و ہوا کی تسلیم واطاعت سے مردانہ وار انکار کر دیا"۔

ایک دفعہ دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں کسی طالب علم کو دفن کرنے کے لیے لے گئے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی قبر کے پاس جگہ خالی تھی تو مولانا عزیر گل صاحب (اسیر مالٹا) نے یہ کہا کہ

---

[1] حضرت مدنی رحمہ اللہ نے تین سال سات ماہ ذکر کیے ہیں۔ دیکھیے نقشِ حیات (ن)

حضرت شیخ آپ کی قبر کے لیے یہ جگہ زیادہ موزوں ہے۔ اس کو اپنے لیے آپ مختص کر دیں تاکہ آپکو اپنے استادِ محترم کا جوار نصیب ہو جائے۔ حضرت شیخ الہندؒ صاحب نے فرمایا کہ یہ تو آپ کی خواہش ہے۔ مجھ سے بھی پوچھا ہوتا کہ میری کیا تمنّا اور آرزو ہے؟ فرمانے لگے کہ میری تو یہ خواہش ہے کہ میدانِ جہاد میں اس طرح مارا جاؤں کہ ہاتھ کہیں کٹا پڑا ہو، سر کہیں ہو، دھڑ کہیں پڑا ہو۔ میں تو چاہتا ہوں کہ قبر کا نشان ہی نہ بنے۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے ہندوستان میں حضرت شیخ الہندؒ کی جاری کردہ تحریکِ آزادی کو مزید آگے بڑھانے میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کو مختلف جلسوں اور کانفرنسوں کی صدارت کے فرائض انجام دینا پڑے۔

## مقدمہ کراچی

کراچی میں خلافت کمیٹی کے عظیم الشان اجلاس ہوئے جن میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی بھی شریک تھے۔ چونکہ شیخ الہند کی حیات ہی میں ترکِ موالات کی تحریک کا آغاز ہو چکا تھا اور تقریباً پانچ سو علماء ترکِ موالات کے سلسلے میں فتویٰ بھی صادر کر چکے تھے۔ اس جذبے کو برقرار رکھتے ہوئے مذکورہ اجلاسوں میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے ایک تجویز پیش فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ انگریزوں کی فوج میں ملازم رہنا، بھرتی ہونا یا اس کی دوسروں کو ترغیب دینا حرام اور ناجائز ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جو لوگ فوج میں ملازم ہیں ان تک یہ حکم پہنچائے اور فوج سے علیحدہ ہو جانے کی ترغیب دے۔ مولانا محمد علی اور دیگر لیڈروں نے اس تجویز کی تائید کی۔ حکومتِ برطانیہ کی نظر میں چونکہ مذکورہ تجویز نہایت سنگین جرم تھی اس لیے مولانا حسین احمد مدنی، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا نثار احمد کانپوری، پیر غلام مجدد سندھی اور گروشنکر اچاریہ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ مولانا مدنیؒ کو دارالعلوم دیوبند سے گرفتار کیا گیا۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو خالق دینا ہال کراچی میں مقدمہ کی کاروائی شروع ہوئی۔ حضرت مولانا مدنیؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بموجب "افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جائر۔ سب سے افضل جہاد جابر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ہے۔"

آپ نے بلا خوف و خطر صاف طور پر کہہ دیا۔ میں ایک مذہبی آدمی ہوں۔ قرآن مجید کی آیات

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر میرا پورا اعتقاد ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو مذہبی فرائض ادا کرنے سے روکے تو اس روک تھام کو خاطر میں نہ لائے اور اپنے راستہ میں حائل نہ سمجھے۔ حضرت مدنیؒ نے عدالت میں ترکِ موالات اور مسلمانوں کے قتل حرام ہونے سے متعلق قرآنِ مجید کی چھ آیتیں اور چونتیس احادیث اور علم کلام کی معتبر کتابوں کے حوالے اور فقہاءِ کرام کے فتاویٰ پیش فرمائے اور مزید فرمایا اگر مذہبی فرائض کا لحاظ واحترام نہ کیا گیا تو اس صورت میں کروڑوں مسلمانوں کو اس مسئلہ کا تصفیہ کر لینا چاہیئے کہ آیا وہ مسلمانوں کی حیثیّت سے زندہ رہنے کو تیار ہیں یا حکومت برطانیہ کی رعایا کی حیثیّت سے؟ اگر گورنمنٹ مذہبی آزادی چھیننے کے لیے تیار ہے تو مسلمان جان تک قربان کر دینے کو تیار ہوں گے اور میں پہلا شخص ہوں گا جو اپنی جان قربان کر دوں گا۔ یہ بات سُن کر مولانا محمد علی جوہر نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کے قدم چوم لیے۔ یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ اس مقدمہ میں سب کو دو دو سال کی قید سخت کی سزا سنائی گئی۔ اس عرصۂ اسارت میں مولانا محمد علی جوہر نے حضرت مدنیؒ سے ترجمہ قرآن مجید پڑھا۔ دو سال کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد پھر تحریکِ آزادی کو برقرار رکھنے کی کوشش شروع کر دی۔ ۱۹۴۰ء میں جمعیۃ علماءِ ہند کا آپ کو صدر منتخب کیا گیا۔ جون ۱۹۴۲ء میں آپ کو ایک خلاف قانون تقریر کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا اور چھ ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ چھ ماہ پورے ہونے کے بعد حکومت نے آپ کو رہا نہیں کیا، بلکہ غیر معینہ مدّت کے لیے نظر بند کر دیا۔ پھر ۲۴ جنوری ۱۹۴۳ء میں آپ کو مراد آباد جیل سے نینی جیل مراد آباد منتقل کر دیا گیا۔ اور وہاں تقریباً اُنیس ماہ نظر بند رہے۔ دو سال دو ماہ کی یہ مدت اسارت اس وقت ختم ہوئی جبکہ ۲۶ اگست ۱۹۴۰ء کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیئے گئے۔

مندرجہ بالا سطور میں تحریکِ آزادی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے علماءِ حق کے سنہری کارناموں کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

ورنہ داستانِ غم بہت طویل ہے۔

قصہ کوتاہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود۔

# دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

مستفتیین و مستفسرین کے اسماء گرامی خود ان کی ہی مصلحت کے پیشِ نظر محذوف ہیں۔

:- مجیب و مفتی :-

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد زید مجدہم ، مدرس و نائب مفتی جامعہ مدنیہ

## سوال

گزارش یہ ہے کہ آج کل پاکستان میں عورت کے وزیرِ اعظم /صدر بننے کے متعلق بحث چل رہی ہے کچھ علما کہتے ہیں کہ عورت سربراہِ مملکت بن سکتی ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ عورت سربراہِ مملکت نہیں بن سکتی براہِ کرم آپ قرآن و سنّت کی روشنی میں اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرماویں کہ کیا عورت سربراہِ مملکت صدر/وزیرِ اعظم بن سکتی ہے یا نہیں؟ (۲۷ - ۱۲ - ۸۸ء)

## الجواب باسم ملهم الصواب حامدا و مصليا

عورت کو سربراہِ حکومت بنانا جائز نہیں کیونکہ

**پہلی وجہ** عورت کے لیے پردے اور حجاب کا حکم ہے جبکہ کسی ملک کی سربراہی کے لیے جو کام ضروری ہیں انکو پردے اور حجاب میں رہتے ہوئے کرنا ممکن نہیں۔

الف ۔ لان النساء امرن بالقرار فی البیوت فکان مبنی حالهن علی الستر و الیه اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث قال کیف یفلح قوم تملکهم امرأة

(ص ۴۰۵ ج ۱ رد المحتار)

ترجمہ: کیونکہ عورتوں کو گھروں میں ٹھہرنے کا حکم ہے لہٰذا اُن کی حالت کا دارومدار پردے پر ہے۔ اسی کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا جبکہ آپ نے کہا کہ وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جس پر عورت حکمران ہو۔

(ب) و فی الاشباہ من احکام الانثی انها لا تصلح للامامة العظمی جواز کونها نبیّة لا رسولة لبناء حالهن علی الستر (ص ۳۹۶ ج ۴ رد المحتار)

اشباہ کے احکام الانثی ہیں ہے کہ (عقائد کی کتاب) مسایرۃ میں اس بات کو اختیار کیا ہے کہ عورت نبی ہوسکتی ہے رسول نہیں کیونکہ عورتوں کی حالت کا دارو مدار پردے پر ہے۔

اشباہ میں مذکور اس فرق کی وجہ کی وضاحت اس طرح ہے کہ رسول اپنے وقت کے حاکم بھی ہوتے ہیں جبکہ نبی کے لیے ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔

**دوسری وجہ** عورت ناقص عقل و ناقص دین ہے۔

(الف) شرح المقاصد میں علّامہ تفتازانی رحمہ اللہ عورت کی سربراہی کے خلاف دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والنساء ناقصات عقل و دین ممنوعات عن الخروج الی مشاهد الحکم و معارك الحرب

عورتیں عقل و دین میں ناقص ہیں اور حکم کے مواقع اور جنگ کے معرکوں کی طرف اُن کا نکلنا منع ہے۔

(ب) والمرأة تقضی فی غیر حد وقود وان أثم المولی لها الخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة

حد اور قصاص کے علاوہ دیگر مقدمات میں عورت فیصلہ دے سکتی ہے اگرچہ اس کو قاضی و جج مقرّر کرنے والا گناہ گار ہوگا کیونکہ بخاری کی حدیث ہے کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جو کسی عورت کو اپنا حکمران بنالے۔

عورت کی سربراہی کے خلاف مذکورہ دو وجہوں میں سے جہاں تک پہلی وجہ کا تعلّق ہے تو اس کے بارے میں دلائل کے بدیہی ہونے کی بنا پر کسی قسم کے اشکال کی گنجائش نہیں اور تنہا یہی دلیل بھی کافی ہے۔

رہی دوسری وجہ تو اس بارے میں حدیث نبوی مارأیت من ناقصات عقل و دین ...الخ بطور دلیل کے کافی ہے اور اگرچہ فرمان نبوی کے ہوتے ہوئے کسی قیل و قال کی گنجائش نہیں، لیکن چونکہ اس بارے میں بعض لوگوں میں خاصی غلط فہمی پائی جاتی ہے، لہٰذا اس پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا جاتا ہے۔

اعتراض نمبر ۱ فتح الملہم شرح صحیح مسلم ص۱۳۶ ج۱ میں مذکور ہے۔

| | |
|---|---|
| یعارضه قوله صلی اللہ علیه وسلّم | اس کے معارض رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم |
| کمل من الرجال کثیر ولم یکمل | کا یہ ارشاد ہے کہ مردوں میں سے بہت سے |
| من النساء الا مریم بنت عمران | کامل ہوئے جبکہ عورتوں میں کامل نہیں ہوئیں |

و آسیة بنت مزاحم و فی روایة اربع و ھو ما رواہ الترمذی و أحمد من حدیث انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم حسبك من نساء العالمین باربع مریم بنت عمران وآسیة امرأة فرعون وخدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمّد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

مگر مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم اور ترمذی اور مسند احمد کی روایت میں چار عورتوں کا ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جہانوں کی عورتوں میں چار کافی ہیں۔ مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

قلت اجاب بعضھم بان بعض الافراد خرج عن ذلك لانہ نادر قلیل۔ والجواب السدید فی ذلك ھو ان الحکم علی الکل بشیٔ لایستلزم الحکم علی کل فرد من افرادہ بذلك الشیٔ قالہ العینی

مَیں کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بعض افراد نادر اور قلیل ہونے کی وجہ سے (اس حکم سے) خارج ہیں صحیح جواب یہ ہے کہ کل پر کسی شے کا حکم اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کل کے ہر ہر فرد پر وہ حکم ہو۔

**جواب** ہمارے نزدیک یہ معارضہ مسلّم نہیں ہے کیونکہ جن خواتین کا حدیث میں ذکر ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نقصان عقل و دین کی جو تشریح فرمائی۔ (قلن وما نقصان دیننا وعقلنا یارسول اللہ قال ألیس شھادة المرأة مثل نصف شھادة الرجل قلن بلی قال فذلك من نقصان عقلھا قال ألیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلی قال فذلك من نقصان دینھا)۔ عورتوں نے پوچھا یارسول اللہ ہمارے دین اور عقل کے نقصان کی کیا صورت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کیا ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے نصف کے برابر نہیں ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے پُوچھا کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے۔ عورتوں نے کہا کہ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تو یہ اُن کے دین کا نقصان ہے۔

یہ اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں کیونکہ اُن کے نقصان عقل کے بارے میں اگرچہ تردد ہوسکتا ہے لیکن اُن کا نقصان دین تو بلا تردد متحقق ہے۔ بلکہ دونوں حدیثوں کو جمع کریں تو حاصل یہ ہوا کہ عورتوں میں معہود خِلقی نقص ان کی ولایت کے منافی نہیں ہے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی وہ ولی کامل ہوسکتی ہیں۔

اعتراض ۱۲ البتہ کمال کی حدیث سے صرف نظر کر کے اگر تنہا اس قاعدے کو مدِّنظر رکھیں جو فتح الملہم میں مذکور ہے۔ یعنی" ان الحکم علی الکل بشئ لا یستلزم الحکم علی کل فرد من افرادہ بذلک الشئ" تو خیال ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ کچھ عورتیں ناقص العقل ہونے کے حکم سے مستثنیٰ ہوں اور اس خیال کی تائید اس مشاہدہ سے ہوتی ہے کہ زمانۂ قدیم وجدید میں ایسی عورتیں گزری ہیں جنہوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ حکومت کی یا جو بہت سے انتظامی شعبوں کو عمدہ طریقے پر چلاتی رہی ہیں۔

**جواب** الف ناقص العقل ہونے کی تنہا اگر یہی وجہ ہوتی کہ عورتوں میں نسیان کا غلبہ ہوتا ہے رلما ان النسیان غالب علی طبع النساء لکثرۃ الرطوبۃ فی امزجتھن ۔روح المعانی) تب بھی جب قرآنِ پاک میں شہادت کے مسئلہ میں عورتوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی گئی بلکہ تمام عورتوں کے لیے ایک ہی حکم دیا گیا ہے، حالانکہ خود قرآنِ پاک کی آیت ان تضل احداھما فتذکر احدھما الاخری (کہ ان میں سے ایک بھول جائے تو ایک دوسری کو یاد کرا دے۔) سے یہ گنجائش ظاہر ہوتی ہے کہ ممکن ہے کہ دونوں عورتوں میں سے کسی کو بھی شہادت کے واقعہ کے بارے میں نسیان نہ ہو تو دیگر احکام میں تفریق کیونکر روا رکھی جائے گی۔

(ب) نیز عورتوں اور مردوں کے مزاج اور طبیعت کے درمیان بہت کچھ فرق ہوتا ہے۔ دیکھیے اسی حدیث میں مذکور ہے

ما رأیت من ناقصات عقل و دین اذھب للب الرجل الحازم من احداکن (میں نے تم سے زیادہ کسی ناقص عقل و دین والی کو نہیں دیکھا جو انتہائی سمجھ دار مرد کی عقل کو لے جانے والی ہو) اس میں عورت کے مخصوص مزاج اور طبیعت کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو کام میں لا کر وہ بسا اوقات انتہائی سمجھ دار مرد کو بھی پھسلا دیتی ہے اور جب وہ اپنی مخصوص طبیعت کی بنار پر حازم شخص سے بے عقلی کے کام کروا لیتی ہے تو کیا خود اس کام کے بارے میں ناقص العقل ہونے کا مظاہرہ نہ کر رہی ہوگی۔

(ج) پھر جو اشخاص مرد اور عورتیں ان مذکورہ مسلمات کو بھی نہ سمجھیں تو کیا ان کی کم عقلی پر مزید کسی

دلیل کی ضرورت ہو گی؟

اعتراض ۳: اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ عورت ناقص العقل ہے، لیکن مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاوی صفحہ ۹۲ جلد ۵ میں ذکر کیا کہ "پس قرآن سے ظاہراً ثابت ہو گیا کہ سلطنت جمہوری عورت کی ہو سکتی ہے..... اور راز اس میں یہ ہے کہ حقیقت اس حکومت کی محض مشورہ ہے اور عورت اہل ہے مشورہ کی"؟

**جواب** حدیث میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔ لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ
عدم فلاح کی علّت عورت کا پردے میں رہنا بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا ناقص العقل ہونا بھی ہو سکتا ہے اور اس کا عورت ہونا بھی (کہ پہلے دو اُمور کے علاوہ جسمانی طور پر کمزور بھی ہے اور اس کے ساتھ کچھ فطری عوارض بھی لگے ہوئے ہیں) ان عوارض کی بناء پر عورت ملک کی سربراہی کے کام احسن طریقے پر پُورے نہیں کر سکتی اور اس طرح امور احسن احوال پر نہیں رہیں گے۔

ب۔ لفظ قوم نکرہ ہے جو تحت النفی آیا ہے۔ لہٰذا اس میں عموم ہے کہ جو بھی قوم اپنی حکمرانی عورت کے سُپرد کرے وہ فلاح نہیں پائے گی۔ اس بارے میں یہ خیال کرنا کہ سلطنت شخصی میں ایک شخص تنہا اپنی رائے پر عمل کرواتا ہے صحیح نہیں کیونکہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ کوئی بھی حاکم ہو خواہ وہ کتنا بڑے سے بڑا آمر کیوں نہ ہو مشیروں اور وزیروں کے بغیر ہو وہ آمر اہم اُمور میں ان سے مشورہ لیتا ہی ہے اگرچہ یہ ممکن ہے کہ وہ آمر کی رائے ہی کو مقدم رکھیں۔ ایسے ہی ملکہ ایران کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ اپنی انفرادی رائے پر ہی عمل کراتی ہو گی مناسب نہیں اور اس اعتبار سے دیکھا جائے تو جمہوری اور شخصی حکومتوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

ج۔ جمہوریت میں یہ نہیں ہوتا کہ پارلیمنٹ ہر ہر کام کا فیصلہ کرے بلکہ اُمور جزئیہ کا اختیار حکمران کو ہوتا ہے۔

د۔ آیت ماکنت قاطعۃ امراً حتّٰی تشھدون میں احتمال ہے کہ امر مھتم بالشان مُراد ہو کیونکہ یہ بعید ہے کہ ملکہ سبا ہر ہر معاملہ میں خواہ وہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو شوریٰ کا اجلاس بلاتی ہو گی۔ (حاصل یہ کہ تنوین تعظیم کے لیے ہو)

ھ۔ عورت کے لیے پردے کا حکم اس کی تولیت کے منافی ہے۔ کیونکہ جمہوری حکومت بھی ہو تب بھی حکمران کو باہر آنا پڑتا ہے۔ پردے میں رہ کر ان ذمّہ داریوں کو پُورا کرنا عملاً محال ہے۔

و۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اگرچہ امداد الفتاوی میں اس طرح لکھا ہے۔

"حضرت بلقیس کی سلطنت کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے، اس میں آیت ہے ماکنت قاطعۃ أمرا حتی تشھدون جس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلطنت کا طرزِ عمل خواہ ضابطہ سے خواہ بلقیس کی عادۃ مستمرہ سے سلطنت جمہوری کا سا تھا اور بعد میں اُن کے ایمان لے آنے کے کسی دلیل سے ثابت نہیں کہ ان سے انتزاعِ سلطنت کیا گیا ہو پس ظاہر حکایت سلطنت اور عدم حکایتِ انتزاع سے اس سلطنت کا بحالہا باقی رہنا ہے اور تاریخ صراحۃ اس کی مؤید اور قاعدہ اصولیہ ہے کہ "اذا اقص اللہ ورسولہ علینا امرا من غیر نکیر علیہ فھو حجۃ لنا" پس قرآن سے ظاہراً ثابت ہوگیا کہ سلطنت جمہوری عورت کی ہوسکتی ہے۔

لیکن خود مولانا نے بیان القرآن میں فرمایا۔

"ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے۔ پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے۔ اوّل تو یہ فعل مشرکین کا تھا۔ دوسرے اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں"۔

اور اگرچہ بیان القرآن کی عبارت زماناً اقدم ہے، لیکن دلائل کے اعتبار سے قوی ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں اس کے معارض دلائل موجود ہیں جو نکیر پر دلالت بھی کرتے ہیں جیسے

۱- حدیث نبوی لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ

۲- حدیث نبوی واذا کان امراؤکم شرارکم واغنیاءکم بخلاءکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا　　(مشکوٰۃ ص۴۵۹)

۳- حجاب کے احکام

**اعتراض ۱۲:** کچھ لوگ اس موقع پر غیر مسلم حکمران عورتوں یا ایک دو مسلم حکمران عورتوں کی مثال پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اُن کے دَور میں عدم فلاح کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔

**جواب** یہ بڑی جہالت کی بات ہے کیا ایک جوان عورت کا بے پردہ مردوں کے سامنے آنا فلاح کے منافی نہیں اور الناس علی دین ملوکھم کے تحت کیا بے پردگی کو رواج نہیں ملے گا؟ نیز یہ سوچ تو فلاح کے دائرہ کو محدود کرنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ فلاح صرف معاش اور مروجہ سیاست تک محدود نہیں بلکہ فلاح کا دائرہ تو لوگوں کے اخلاق ان کی تہذیب اُن کی دینداری اور ان کے ایمان کی حفاظت کو بھی محیط ہے۔

اعتراض ۵: گزشتہ اعتراض کے جواب سے یہ ایک اور اعتراض پیدا ہوا کہ اُوپر جس فلاح کا ذکر کیا گیا وہ تو بہت سے مرد حکمرانوں کے دور میں بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود بھی فاسق ہوتے ہیں اور فسق کو رواج دیتے ہیں اور جب فاسق مرد کی حکمرانی کو قبول کیا جا سکتا ہے تو عورت کی حکمرانی کو کیوں قبول نہیں کیا جا سکتا؟

**جواب**

۱۔ فاسق مرد کی حکمرانی فاسق (بے پردہ) عورت کی حکمرانی کے مقابلے میں اہون ہے کیونکہ مرد میں تو صرف فسق کا عیب ہوا جبکہ عورت میں اس کے عورت ہونے کی کمزوری بھی شامل ہو گئی ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی شخص کے حکمران بننے کی دو صورتیں ہیں۔ (الف) اشراف واعیان اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ (ب) قہر وغلبہ حاصل ہو جس کے خوف سے لوگوں میں اس کا حکم نافذ ہو۔

ان السلطان یصیر سلطانا بامرین بالمبایعة معه من الاشراف والاعیان و بان ینفذ حکمه علی رعیته خوفا من قهره (رد المحتار ص ۳۱۸ ج ۴)

فاسق کے ہاتھ پر بیعت کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر غلبہ وقہر کی بناء پر کوئی فاسق حکمران بن جائے اور اس کے مقابلے کی قوت نہ ہو تو اس کو برداشت کیا جاتا ہے۔ قبول نہیں کیا جاتا اور ظاہر ہے کہ کسی ظالم وفاسق کو حاکم بنانا یا حاکم قبول کرنا اور بات ہے اور اس کو برداشت کرنا اور بات ہے۔

اگر کہا جائے کہ جمہوریت میں تو لوگ ووٹ ڈال کر خود حاکم بناتے ہیں یا بطور حاکم قبول کرتے ہیں؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ حاکم بنانے میں عوام کی رائے کا اعتبار نہیں ہے۔ حاکم مقرر کرنے میں اہلِ علم وفہم اور اہلِ تجربہ کی رائے معتبر ہوتی ہے عوام کو کسی بھی طریقے سے ورغلا کر اور پھسلا کر ان سے ووٹ لے کر شریعت کی رو سے نا اہل کا حکومت حاصل کرنا بھی شریعت کی رو سے تغلب اور آمریت کا طریقہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی نا اہل حکومت پر قبضہ کر لے تو اگر اس کو قہر وغلبہ حاصل ہو اور اس کو ہٹانے کی کوشش میں مزید فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو اور اس کو ہٹانے کی کافی قوت نہ ہو تو اس کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ حکمران کافر ہو یا فاسق وفاجر ہو یا عورت ہو خاص طور سے جبکہ وہ عورت فاسق بھی ہو، لیکن جیسے کافر و فاسق کی حکمرانی کو جائز نہیں کہہ سکتے اسی طرح عورت کی حکمرانی کو بھی جائز نہیں کہہ سکتے اور جیسے کافر اور فاسق ظالم کو ہٹانے کا موقع ہو اور بھرپور قوت ہو تو اس کو استعمال میں لانا چاہیے۔ اسی طرح عورت کی حکمرانی کے خلاف بھی جو کچھ اپنے اختیار و قوت میں ہو اس کو استعمال میں لانا ضروری ہے۔

# حاصلِ مُطالعہ

مولانا نعیم الدّین صاحب ، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

## کُفّار کے ساتھ مشابہت

اللہ اور اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کُفّار کے ساتھ دوستی کرنے اُن کی مخصوص چیزوں کو بنظرِ استحسان دیکھنے اور اُن کے ساتھ کسی بھی قسم کی مشابہت اختیار کرنے کو منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً ط (۳ـ۲۸)

نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست مُسلمانوں کو چھوڑ کر، اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اُس کو اللہ سے کوئی تعلق، مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو تم اُن سے بچاؤ (ترجمہ: حضرت شیخ الہندؒ)

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔[1]

جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ اُسی میں سے شمار ہوگا۔

اللہ اور اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم ایسے شخص سے سخت ناراض ہیں جو کُفّار سے دوستی رکھتا

---

[1] رواہ احمد و ابو داؤد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۷۵

ہے، اُن کی مخصوص چیزوں کو بنظرِ استحسان دیکھتا ہے اور اُن کے ساتھ شکل وصورت، لباس و پوشاک، رہن سہن، کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے اور اخلاق و عادات میں مشابہت اختیار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ناراضگی کا اصل پتہ تو آخرت میں چلے گا، کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو عبرت حاصل کرنے کے لیے دُنیا میں بھی ایسے واقعات دکھلا دیتے ہیں' تاریخ کے حوالے سے چند ایسے واقعات نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں تاکہ لوگ اُنہیں دیدۂ عبرت سے دیکھ کر نصیحت حاصل کریں۔

## قلب میں ظلمتیں

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قُدِّسَ سِرُّہٗ کے صاحبزادگان حضرت خواجہ عبداللہ و حضرت خواجہ عبیداللہ رحمہما اللہ کے نام ایک طویل گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

" فقیر یکبارے بعیادت شخصے رفتہ بود کہ معاملۂ او قریب باحتضار رسیدہ بود، چوں متوجہ حالِ او شد دید کہ قلبِ او ظلمات بسیار دارد، ہر چند متوجہ دفعِ آں ظلمات شُد فائدہ نہ کرد، بعد از توجہِ بسیار معلوم شُد کہ آں ظلمات ناشی از صفاتِ کفر است کے دروے تمکّنو نست و منشأِ آں کدورات موالاتِ اوست باکفر و اہلِ کفر، توجہات رفعِ آں ظلمات نمایند" [1]

فقیر ایک مرتبہ ایک شخص کی بیمار پُرسی کے لیے گیا جس کا معاملہ نزع کی حالت تک پہنچا ہُوا تھا، جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہُوا تو دیکھا کہ اس کے قلب پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہُوئی ہیں، ہر چند اُن ظلمتوں کے دُور کرنے کا ارادہ کیا (اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے قلب سے دُور ہو جائیں) لیکن کوئی فائدہ نہیں ہُوا بڑی (دیر) توجہ کے بعد معلوم ہُوا کہ یہ ظلمتیں اُن صفاتِ کفر کی وجہ سے پیدا ہُوئی ہیں جو اس میں پوشیدہ تھیں اور یہ کدورتیں کفر اور اہلِ کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہُوئی ہیں۔ توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دُور نہیں ہو سکتیں۔

## ایک عجیب عبرت انگیز حکایت

حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

" میں آپ کو ایک عجیب عبرت انگیز حکایت سُناتا ہوں جو میں نے مولانا فتح محمد صاحب

---

[1] مکتوب نمبر ۲۶۶ در مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۳۸۳

رحمۃ اللہ علیہ سے سُنی تھی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ شیخ دَحلان (تاجر روغن) نے جو مکہ مکرّمہ کے ایک بڑے عالم تھے فرمایا کہ مکّہ مکرّمہ میں ایک عالم کا انتقال ہُوا اور اُن کو دفن کردیا گیا کچھ عرصہ کے بعد کسی دوسرے شخص کا انتقال ہُوا تو اس کے وارثوں نے ان عالم صاحب کی قبر میں اُن کو دفن کرنا چاہا، مکّہ مکرّمہ میں یہ دستور ہے کہ ایک قبر میں کئی کئی مردوں کو دفن کر دیتے ہیں، چنانچہ ان عالم صاحب کی قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ اُن کی لاش کے بجائے ایک نہایت حسین لڑکی کی لاش رکھی ہوئی ہے اور صُورت دیکھنے سے وہ لڑکی یورپین معلوم ہوتی تھی، سب کو حیرت ہُوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اتّفاق سے اس مجمع میں یورپ سے آنے والا ایک شخص بھی موجود تھا اس نے جو لڑکی کی صُورت دیکھی تو کہا مَیں اس کو پہچانتا ہُوں یہ لڑکی فرانس کی رہنے والی اور ایک عیسائی کی بیٹی ہے یہ مجھ سے اُردو پڑھتی تھی اور دَر پردہ مُسلمان ہو گئی تھی مَیں نے اس کو دینیات کے چند رسالے بھی پڑھائے تھے۔ اتّفاق سے بیمار ہو کر انتقال کر گئی اور میں دِل بر داشتہ ہو کر نوکری چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس کے یہاں منتقل ہونے کی وجہ تو معلوم ہوگئی کہ مُسلمان اور نیک تھی، لیکن اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ اُن عالم صاحب کی لاش کہاں گئی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید عالم کی لاش اِس لڑکی کی قبر میں منتقل کر دی گئی اس پر لوگوں نے اس سیّاح سے کہا کہ تم حج سے واپس ہوکر یورپ جاؤ تو اس لڑکی کی قبر کھود کر ذرا دیکھنا کہ اس میں مُسلمان عالم کی لاش ہے یا نہیں، اور کوئی صُورت شناس بھی ساتھ کر دیا، چنانچہ وہ شخص یورپ واپس گیا اور لڑکی کے والدین سے اس کا یہ حال بیان کیا۔ اس پر اُن کو بڑی حیرت ہُوئی کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکی کو دفن تو کیا جائے فرانس میں اور تم اس کی لاش مکّہ مکرّمہ میں دیکھ لو اخیر رائے یہ قرار پائی کہ اس لڑکی کی قبر کو کھودو۔ چنانچہ اس کے والدین اور چند لوگ اس حیرت انگیز معاملہ کی تفتیش کے لیے قبرستان چلے اور لڑکی کی قبر کھودی گئی

تو واقعی اس کے تابوت میں اس کی لاش نہ تھی بلکہ اُس کے بجائے وہ مُسلمان عالم مُقَطَّحْ صُورت وہاں دھرے ہُوئے تھے جن کو مکّہ مکرّمہ میں دفن کیا گیا تھا۔ شیخ دہلّان نے فرمایا کہ اس سَیَّاح نے کسی ذریعہ سے ہم کو اطلاع دی کہ اُس عالم کی لاش یہاں فرانس میں موجود ہے۔ اب مکّہ مکرّمہ والوں کو فکر ہُوئی کہ لڑکی کا مکّہ مکرّمہ پہنچ جانا تو اس کے مقبول ہونے کی علامت ہے اور اُس کے مقبول ہونے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی مگر اس عالم کا مکّہ مکرّمہ سے کفرستان میں پہنچ جانا کس بنا پر ہُوا اُس کے مردود ہونے کی کیا وجہ ہے۔ سب نے کہا کہ انسان کی اصلی حالت گھر والوں کو معلوم ہُوا کرتی ہے۔ اُس کی بی بی سے پُوچھنا چاہیے، چنانچہ لوگ اُس کے گھر گئے اور دریافت کیا کہ تیرے شوہر میں اسلام کے خلاف کوئی بات تھی؟ اُس نے کہا کچھ بھی نہیں وہ تو بڑا نمازی اور قرآن کا پڑھنے والا تہجد گزار تھا۔ لوگوں نے کہا سوچ کر بتلاؤ کیونکہ اُس کی لاش دفن کے بعد مکّہ مکرّمہ سے کفرستان میں پہنچ گئی ہے کوئی بات اسلام کے خلاف اس میں ضرور تھی۔ اس پر بی بی نے کہا ہاں میں اس کی ایک بات پر ہمیشہ کھٹکتی تھی وہ یہ کہ جب وہ مجھ سے مشغول ہوتا اور فراغت کے بعد غسل کا ارادہ کرتا تو یُوں کہا کرتا تھا کہ نصاریٰ کے مذہب میں یہ بات بڑی اچھی ہے کہ اُن کے یہاں غسلِ جنابت فرض نہیں لوگوں نے کہا بس یہی بات ہے جس کی وجہ سے خدا تعالےٰ نے اُس کی لاش کو مکّہ مکرّمہ سے اُسی قوم کی جگہ پھینک دیا جن کے طریقہ کو وہ پسند کرتا تھا۔" حضرات آپ نے دیکھا کہ یہ شخص ظاہر میں عالم متقی اور پورا مُسلمان تھا، مگر تفتیش کے بعد معلوم ہُوا کہ اس میں ایک بات کفر کی موجود تھی کہ وہ کُفّار کے ایک طریقے کو اسلامی حکم پر ترجیح دیتا تھا اور استحسانِ کفر کفر ہے۔ اس لیے وہ شخص پہلے ہی سے مسلمان نہ تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ لاش منتقل ہو جایا کرے، مگر خدا تعالیٰ کہیں ایسا بھی کر کے دکھلا دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو عبرت ہو کہ بدحالی کا نتیجہ یہ ہے۔"[1]

---

[1] وعظ ذم النسیان مشمولہ مواعظ اشرفیہ مسمّٰی بہ ذکر و فکر ص۱۵۰

## اس کو ہولی کھیلنے والوں کے ساتھ لے جاؤ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"ایک قصہ مجھ کو یاد آیا ایک بزرگ تھے وہ ہولی کے دن باہر نکلے تو ہندوؤں کی ہر چیز کو رنگین پایا حتّٰی کہ جانوروں کو بھی۔ راستے میں ایک گدھا پڑا۔ ہنسی میں کہنے لگے تجھ کو کسی نے نہیں رنگا اور یہ کہہ کر اُس پر پان کی پیک ڈال دی، بعد مرنے کے کسی نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا فرمایا کہ اُس پیک ڈالنے پر مواخذہ ہُوا کہ اِس کو ہولی کھیلنے والوں کے ساتھ لے جاؤ، تَشَبُّہ ایسی چیز ہے۔"[1]

## یہ بُت فروش ہے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں

"محمود بادشاہ نے جب ہندوستان کو فتح کیا اور سومنات کا مندر توڑا تو تمام بُت توڑ ڈالے جو بُت سب سے بڑا تھا۔ اس کو بھی توڑنا چاہا، پجاریوں نے بہت اِلحاح وزاری کی اور کہا اس کے برابر ہم سے سونا لے لیا جائے اور اس کو نہ توڑا جائے۔ محمود نے ارکان سے مشورہ کیا۔ سب نے کہا ہم کو فتح ہو ہی چکی۔ اب ایک بُت کے چھوڑ دینے سے ہمارا کیا جاتا ہے اس قدر مال ملتا ہے لشکرِ اسلام کے کام آئے گا۔ چھوڑ دینا چاہیے۔ مجلس میں سیّد سالار مسعود غازی بھی تھے۔ فرمایا یہ بُت فروشی ہے۔ اب تک بادشاہ بُت شکن مشہور تھا اب بُت فروش کہلائے گا۔ محمود کے دل کو یہ بات لگ گئی مگر گونہ تردد باقی تھا۔ دوپہر کو سویا تو خواب میں دیکھا کہ میدانِ حشر ہے اور ایک فرشتہ اُن کو دوزخ کی طرف یہ کہہ کر کھینچتا ہے کہ یہ بُت فروش ہے، دوسرے فرشتے نے کہا کہ نہیں یہ بُت شکن ہے اس کو جنّت میں لے جاؤ اتنے میں آنکھ کھل گئی فوراً حکم دیا بُت توڑ ڈالا جائے اُس کو جو توڑا تمام پیٹ میں جواہرات بھرے

---

[1] وعظ علاج الکبر مشمولہ مواعظ اشرفیہ مسمّٰی بہ اصلاح اعمال ص ۵۶۴

ہوئے نکلے حق تعالیٰ کا شکر کیا کہ بُت فروشی سے بھی بچا اور جس مال کی طمع میں بُت فروشی اختیار کرتا تھا اُس سے زیادہ مال بھی مل گیا۔ یہ جنّت اور دوزخ کی طرف کھینچا جانا اُس تردد کی صُورت دکھائی گئی جو محمود کے قلب میں تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ بُت کو چھوڑ دینا حقیقت میں بُت فروشی نہ تھا، لیکن صورۃً بُت فروشوں کی مشابہت تھی جس کا یہ نتیجہ ہُوا"۔ ؎

ان واقعات میں اُن مسلمانوں کے لیے بھی عبرت ہے جو غیر مسلموں بالخصوص انگریز سے مرعوب و متأثر ہیں اور گفتار و کردار، لباس و پوشاک، شکل وصُورت، رہن سہن اور اخلاق و عادات میں چاہتے ہیں کہ بالکل انگریز بن جائیں، اور اُن مسلمانوں کے لیے بھی جو اطوار و عادات اور رسومات میں غیر مسلموں کی تقلید کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے۔

بقیہ : حیلے اور بہانے

یہ لوگ دل کی اصلاح اور رُوح کی پاکیزگی اور باطن کی صفائی کا مطلب ہی نہیں سمجھتے، صرف الفاظ یاد کر رکھے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ گناہوں میں مبتلا رہتے ہوئے قلب کی اصلاح اور باطن کی پاکیزگی اور باطن کی صفائی کا دعویٰ بالکل جھوٹا دعویٰ ہے جس کا دل صاف اور باطن پاک ہو وہ تو صغیرہ گناہ سے بچنے کا بھی بہت زیادہ اہتمام کرتا ہے اور جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو یا کسی بھی صغیرہ گناہ پر اصرار کرتا ہو اور توبہ کرنے کے بجائے کٹ حجتی پر اُتر آئے اس کا باطن کیسے صاف ہو سکتا ہے؟ جو شخص گناہوں میں ملوث ہو، کسی بھی گناہ سے اس کو رغبت ہو، اس کا دل گندہ اور باطن ناپاک ہے، خواہ شیطان کے سمجھانے سے پاکیزگی کا دعویدار ہو، پھر یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ اگر باطن کی صفائی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کافی ہوتی تو نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم شریعت کے احکام پوری تفصیل کے ساتھ کیوں بتاتے؟ اور اعضاء و جوارح سے متعلق جو کام ہیں اُن کا حکم کیوں فرماتے، اگر صرف دل کی صفائی سے کام چلتا تو بس پُورے تیئیس ۲۳ سال تک آپ یہی ارشاد فرماتے رہتے کہ قلب صاف کرو اور رُوح پاک کرو، نہ اعمالِ صالحہ بتاتے نہ گناہوں سے بچنے کا حکم فرماتے، بلکہ فرائض و واجبات کی تفصیل سے بھی آگاہ نہ فرماتے اور گناہوں کی فہرست سے بھی باخبر نہ فرماتے، اور سارا دین بس قلب کی صفائی تک ہی محدود رہتا۔ بہانہ بازو! کچھ تو سمجھ سے کام لو۔

---

؎ وعظ علاج الکبر مشمولہ مواعظ اشرفیہ مسمّٰی بہ اصلاح اعمال ص ۵۶۵

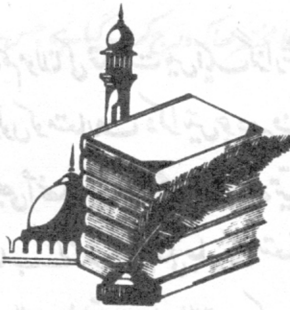

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

# تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : خطباتِ ختم نبوت (جلد دوم)

مرتّب : مولانا محمّد اسمٰعیل شجاع آبادی

صفحات : ٣٩٢

سائز : ٣٦×٢٣/١٦

ناشر : عالمی مجلس تحفّظ ختم نبوّت حضوری باغ روڈ ملتان

قیمت : ١٥٠/

"انوارِ مدینہ" کے گزشتہ شماروں میں "خطباتِ ختم نبوّت" کی جلد اوّل پر تبصرہ شائع ہوچکا ہے، زیرِ نظر کتاب "خطباتِ ختم نبوّت" کی دوسری جلد ہے جس میں علاّمہ انور شاہ صاحب کشمیری، امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، میر ابراہیم سیالکوٹی، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبید اللہ انور، علاّمہ دوست محمد قریشی مولانا محمد مالک کاندھلوی، مولانا تاج محمود، مولانا عبد الشکور دین پوری رحمہم اللہ وغیرہم کے نایاب خطبات کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس جلد میں اس چیز کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر خطبہ سے پہلے صاحبِ خطبہ کا تعارف اور یہ کہ یہ خطبہ کب اور کہاں دیا گیا یہ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

مولانا محمّد اسماعیل شجاع آبادی جو ان خطبات کے مرتّب ہیں اُن کی یہ کاوش لائقِ تحسین ہے کہ وہ اکابرِ اُمّت کے نایاب مضامین کو منصۂ شہود پہ لارہے ہیں جس میں علماء، خطباء، طلباء و عوام سب ہی کا فائدہ ہے اور دین متین نیز عقیدۂ ختمِ نبوّت کی خدمت بھی ہے۔

تاہم مولانا کی خدمت میں ایک گزارش ہے وہ یہ کہ مولانا خطبات ضرور شائع کریں لیکن اس حوالہ سے اُن لوگوں کو متعارف نہ کرائیں جو نہ صرف ہمارے اکابر سے عقائد و اعمال میں مختلف ہیں بلکہ ایک لمحہ کے لیے بھی اُنھیں مُسلمان سمجھنے کے لیے تیّار نہیں۔

کتاب کے آخر میں پہلی جلد کے متعلق شائع ہونے والے تبصرے بھی درج کیے گئے ہیں۔ معلوم نہیں "انوارِ مدینہ" میں شائع ہونے والا تبصرہ کیوں فراموش کر دیا گیا۔ بہرطور کتاب اپنے موضوع پر ایک عمدہ کاوش ہے۔

نام کتاب : خطباتِ محمودؒ

مرتّب : مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

صفحات : ۳۴۰

سائز : ۳۶×۲۳ / ۱۶

ناشر : مکتبہ سلیمانیہ مین بازار نشاط کالونی لاہور کینٹ

قیمت : ۱۵۰/-

مفکّر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) کی شخصیّت اپنی گوناں گوں خصوصیات و امتیازات کی بناء پر اُن عبقری شخصیات میں سے ایک ہے جنھیں زمانہ مدّتوں یاد رکھے گا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو جو صلاحیّتیں عطا فرمائی تھیں وہ کم کسی کو نصیب ہُوا کرتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ حضرت مفتی صاحب کی شخصیّت اور آپ کے قائدانہ کردار سے عوام کو روشناس کرایا جاتا، لیکن المیہ ہے کہ آپ کی شخصیّت کے حوالے سے جو کام ہونا چاہیے تھا۔ تا حال اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہو سکا، مولانا اسمٰعیل شجاع آبادی ——— اس لحاظ سے مُبارک باد کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے نایاب جواہر پاروں کو اکٹھا کر کے عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب "خطباتِ محمود" حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی بہت سی تقاریر پر مشتمل ہے جو مختلف جرائد و رسائل سے جمع کی گئی ہیں۔ ان تقاریر میں سے "عائلی قوانین اور پوتے کی وراثت" ایک انتہائی اہم تقریر ہے جو ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے، اور اس میں عائلی قوانین پر جاندار تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تقاریر بھی اپنی جگہ اہمیّت کی حامل ہیں

تاہم مولانا کی خدمت میں ایک گزارش ہے وہ یہ کہ مولانا خطبات ضرور شائع کریں لیکن اس حوالہ سے اُن لوگوں کو متعارف نہ کرائیں جو نہ صرف ہمارے اکابر سے عقائد و اعمال میں مختلف ہیں بلکہ ایک لمحہ کے لیے بھی اُنھیں مُسلمان سمجھنے کے لیے تیّار نہیں۔

کتاب کے آخر میں پہلی جلد کے متعلّق شائع ہونے والے تبصرے بھی درج کیے گئے ہیں۔ معلوم نہیں "انوارِ مدینہ" میں شائع ہونے والا تبصرہ کیوں فراموش کر دیا گیا۔ بہرطور کتاب اپنے موضوع پر ایک عمدہ کاوش ہے۔

نام کتاب : خطباتِ محمودؒ

مرتّب : مولانا محمدّ اسماعیل شجاع آبادی

صفحات : ۳۴۰

سائز : ۳۶×۲۳ / ۱۶

ناشر : مکتبہ سلیمانیہ مین بازار نشاط کالونی لاہور کینٹ

قیمت : ۱۵۰/-

مفکّرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ (م ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء) کی شخصیّت اپنی گوناں گوں خصوصیات و امتیازات کی بنار پر اُن عبقری شخصیات میں سے ایک ہے جنھیں زمانہ مدّتوں یاد رکھے گا۔ اللہ تعالٰی نے آپ کو جو صلاحیّتیں عطا فرمائی تھیں وہ کم کسی کو نصیب ہُوا کرتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ حضرت مفتی صاحب کی شخصیّت اور آپ کے قائدانہ کردار سے عوام کو روشناس کرایا جاتا، لیکن المیہ ہے کہ آپ کی شخصیّت کے حوالے سے جو کام ہونا چاہیے تھا۔ تاحال اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہو سکا، مولانا اسمٰعیل شجاع آبادی ــــــــــ اس لحاظ سے مُبارک باد کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے نایاب جواہر پاروں کو اکٹھا کر کے عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب "خطباتِ محمود" حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی بہت سی تقاریر پر مشتمل ہے جو مختلف جرائد و رسائل سے جمع کی گئی ہیں۔ ان تقاریر میں سے "عائلی قوانین اور پوتے کی وراثت" ایک انتہائی اہم تقریر ہے جو ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے، اور اس میں عائلی قوانین پر جاندار تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تقاریر بھی اپنی جگہ اہمیّت کی حامل ہیں

شروع میں حضرت مفتی صاحبؒ کی سوانح اور آپ کی خدمات کا مختصر خاکہ درج کر دیا گیا ہے جس سے کتاب کی افادیت دو چند ہوگئی ہے۔ کتابت و طباعت عمدہ ہے۔

نام کتاب : ارشادات

جامع : مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ

ترتیب و تلخیص : مولانا محمد عبداللہ مہتمم دار الہدیٰ بھکر

صفحات : ۲۸۰

سائز : ۳۶×۲۳/۱۶

ناشر : مکتبہ سیّد احمد شہیدؒ اُردو بازار لاہور

قیمت : ۵۰/-

حضرت رائے پوریؒ کے ایک مسترشد مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ جو اپنا گھر بار چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے اپنے شیخ کے آستانہ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے مختلف مجالس میں بیان فرمودہ بہت سے ملفوظات جمع فرمائے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم نے ان جمع شدہ ملفوظات میں سے انتخاب کر کے متعدد ملفوظات کو سنہ وار ترتیب کے ساتھ شائع فرمایا ہے، زیرِ نظر کتاب "ارشادات" قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) کے اِنھی مرتّب ملفوظات کا ایک حسین گلدستہ ہے جس میں ہر مذاق و مزاج کے انسان کے لیے تسکین کا سامان ہے۔ اس میں بہت سی آیاتِ کریمہ کی تفسیر کے ساتھ بہت سی احادیث مبارکہ کی تشریح بھی ہے اور تصوّف کے اسرار و رموز کے ساتھ عبرت آموز واقعات بھی ہیں، اکابر اُمت کا تذکرہ بھی ہے اور ملّی و سیاسی تاریخ بھی ہے۔ شروع میں حضرت رائپوری رحمہ اللہ کی مختصر مگر جامع سوانح حیات درج کی گئی ہے جس سے ملفوظات کی قدر کے ساتھ ساتھ صاحبِ ملفوظات کی عظمت و محبّت بھی قاری کے دِل میں اُترتی جاتی ہے۔ یہ سوانح حیات حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم کے قلم حقیقت رقم سے لکھی گئی ہے جو حضرت رائے پوریؒ کے مسترشد اور نفیس مزاج و طبیعت کے مالک ہیں۔ کتابت و طباعت نہایت عمدہ ہے اور قیمت بہت مناسب ہے۔ قارئین اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

(ن - د)